Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۱۲ — ۵ - دسمبر ۱۹۳۶ء — ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل — ۱۹ - رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ — جلد ۳۵

فہرست مضامین

بودھ مت پر ایک تنقیدی نظر ۳۳۳/۳۳۷ — ترجمہ ریویو انگریزی
انبیاءؑ کی پیشگوئیوں کے اصول ۳۳۷/۳۵۰ — مولوی نعمت اللہ صاحب فاضل کھارا
الوہیت مسیح کی تردید میں دلائل ۳۵۰/۳۵۴ — مولانا ابو العطاء صاحب انجمن خدام الاسلام
اختلاط رجال ونساء
ہندو فلسفہ - شذرات ۳۵۵/۳۷۲ — ماخوذ

اندرون ہند سے تین روپے سالانہ — …طلباء اور غیر احمدیوں سے — بیرون ہند سے تین روپے ۸ … سالانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۹ مطالبات تحریک جدید

فرمودہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ

۱۔ سادہ زندگی | ہر ایک احمدی یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کریگا۔ جس کے پاس کافی کپڑے ہوں وہ ان کے خراب ہونے تک اور کپڑے نہ بنوائے اور جو لوگ نئے کپڑے زیادہ بنواتے ہیں وہ نصف یا چوتھائی پر یا ⅓ پر آجائیں۔ جو عورتیں اس عہد میں اپنے آپکو شامل کرنا چاہیں وہ کوئی نیا زیور نہیں بنوائیں گی۔ پرانے زیور کو تڑوا کر نیا بنوانے کی بھی ممانعت ہے۔ تین سال تک کوئی احمدی کسی سینما۔ سرکس۔ تھیٹر وغیرہ غرضیکہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے۔ تماشہ وغیرہ دیکھنا یا کسی کو دکھانا ناجائز ہے ۰

۲۔ امانت (جائیداد) | جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا ⅒ سے ⅓ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کیلئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ تین سال کے بعد یہ روپیہ نقد یا اتنی ہی جائیداد کی صورت میں واپس کر دیا جائیگا ۰

۳۔ دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب | دشمن کے مقابلہ کیلئے اسوقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے اس کا جواب دیا جائے یا اپنا نقطۂ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ جن دوستوں کو توفیق اور اخلاص دے سو سو یا دو دو سو یا زیادہ مقدار میں یکمشت چندہ دیں۔ ہاں غرباء اس تحریک کیلئے دس دس یا بیس بیس کی رقوم بھی دے سکتے ہیں ۰

۴۔ تبلیغ بیرون ہند | میری تجویز ہے کہ دو دو آدمی کئی نئے ممالک میں بھیجے جائیں ان میں سے ایک ایک انگریزی دان ہو اور ایک ایک عربی دان ہو۔ پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو ایسے نوجوانوں کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں (ورنہ وقف کرنیوالوں میں سے چن لیا جائیگا) جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لیکر ان ملکوں میں تبلیغ کیلئے جانے پر آمادہ ہونگے جو ان کیلئے تجویز کیے جائینگے۔ پس مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے کہ جماعت کے ذی ثروت لوگ جو سو سو یا زیادہ روپیہ دے سکیں اس کیلئے رقوم دیکر ثواب حاصل کریں۔ غرباء کی خواہش کو مدِ نظر رکھ کر میں اس کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ جو سو نہیں دے سکتے وہ دس، بیس، تیس یا زیادہ رقوم جو دہاکوں پر مشتمل ہوں ادا کریں ۰

۵۔ سکیم خاص تبلیغی | تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے۔ جس پر سو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا اور اس طرح بارہ سو روپیہ اس کیلئے درکار ہے۔ جو دوست اسمیں حصہ لے سکتے ہیں وہ لیں۔ غرباء کو شامل کرنے کیلئے میں اجازت دیتا ہوں۔ کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے پانچ پانچ روپیہ دے سکتے ہیں ۰

۶۔ تبلیغی سروے | وقف کنندگان میں سے چند افراد کو مقرر کیا جائے جو سائیکلوں پر سارے پنجاب کا دورہ کریں۔ اور اشاعت سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں لکھ کر بھجوائیں ۰

۷۔ وقف رخصت | سرکاری ملازمین جن کی تین ماہ کی رخصتیں جمع پڑی ہوں یا قریب کے زمانہ میں جمع ہونیوالی ہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلافت لائبریری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بودھ مت پر ایک تنقیدی نظر

"مہابودھی" کی کسی گذشتہ اشاعت میں کسی بودھی مہنت کی طرف سے ایک دلچسپ مضمون شائع ہؤا تھا۔ جس میں فاضل مضمون نگار نے بودھ مت کی بعض امتیازی خصوصیات کو پیش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ بودھ مت ہی دُنیا کا آئندہ مذہب قرار پائیگا۔ علاوہ ایں ڈاکٹر پادری اُوتامہ سابق پریذیڈنٹ آل انڈیا ہندو سبھا بھی نروان کی تعلیم کی اشاعت کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ جس سے مجھے خیال پیدا ہؤا کہ بودھ مت کے دعاوی پر ایک تنقیدی نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ آیا واقعی اس میں کوئی ایسی خصوصیت ہے کہ یہ دُنیا کا آئندہ مذہب قرار پا سکتا ہے۔

بودھ مت کی موٹی موٹی تعلیمات کیا ہیں؟ مختصراً یہ کہ مسئلہ اُلوہیت جو سامی مذہب کا پہلا جزو ہے اُس کو بودھ مت نظر انداز کر دیتا ہے۔ یا کم از کم اُس کا عقیدہ ہے کہ ایسی خارجی ہستی انسان کے معاملات میں دخل نہیں دیتی۔ بودھ نے ہمیں بتایا کہ انسان کی انتہائی منزلِ مقصود نروان کا حاصل کرنا ہے یعنی دوبارہ پیدائش سے نجات۔ اور یہ نروان صحیح تدبر، صحیح عمل اور صحیح اعمال سے حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان کی تمام تکالیف کا سبب زندگی کے تعیش کے حصول کی خواہش ہے۔ پس اگر دنیاوی لذتوں کی اِس خواہش کو مار دیا جائے تو نجات کا راستہ صاف ہو جاتا ہے۔

دوزخ اور جنّت اِس ہادیٔ ہند کے نزدیک عام تجرباتِ زندگی سے کوئی علیحدہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور نہ زندگی کی مختلف حالتوں کے نام ہیں۔

یہ ہے خلاصہ اُن تعلیمات کا جو بودھ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

اِس مذہب کی امتیازی خصوصیات جن پر کسی وقت بنی نوع انسان کی ایک چوتھائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ اور پھر ایک زمانہ کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئے قرآن مجید کے اس بیان کی تفصیل احادیث اور توریت سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ جو لوگ تیری قوم میں سے تجھ پر ایمان نہ لائینگے۔ وہ چالیس دن کے اندر عذاب میں مبتلا کیئے جائینگے یہ پیشگوئی شرطی تھی یعنی اگر وہ لوگ اصلاح نہ کرینگے تو عذاب میں مبتلا ہونگے۔ مگر حضرت یونس اس پیشگوئی کو بغیر کسی شرط کے خیال کرتے رہے۔ اس لئے وہ اپنی قوم کو چھوڑکر کہیں اور چلے گئے اور آنے جانے والے مسافروں سے اپنے گاؤں کے حالات پوچھا کرتے تھے۔ حضرت یونس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد بعض آثار سے مطلع ہوکر ان کی قوم نے آہ وزاری اور توبہ شروع کی جس کی وجہ سے وہ عذاب ٹل گیا۔ لیکن حضرت یونسؑ کو اس بات کا پتہ نہ لگا اور جب چالیس دن گذر گئے پھر راہ گیروں سے معلوم ہُوا کہ ان کی قوم صحیح وسلامت ہے تو اپنی پیشگوئی کے خلاف نکلنے کے خیال سے ولن ارجع الیھم کذابا کہکر اس علاقہ سے ہی بھاگ گئے اور پھر وہ واقعات پیش آئے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ تفصیل کے لئے یونا نبی کی کتاب دیکھو تفاسیر کی کتب ابن جریر، درمنثور وغیرہ وغیرہ۔

المثال الخامس۔ بخاری میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کو خواب میں مدینہ کی زمین دکھائی گئی کہ یہ مسلمانوں کے لئے دار ہجرت ہے۔ چونکہ مدینہ کا علاقہ کھجوروں والا تھا اور دوسری طرف حجر اور یمامہ میں بھی کھجوریں تھیں اس لئے حضور علیہ السلام یہی سمجھنے لگے کہ مَیں ہجرت کرکے حجر یا یمامہ جاؤنگا۔ حالانکہ اس خواب سے مقصد مدینہ کی طرف ہجرت کرنیکا تھا حضورؐ کی یہ اجتہادی غلطی اللہ تعالیٰ نے دُور فرمائی۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا فاذا ھی مدینۃ یثرب۔

المثال السادس۔ بخاری میں لکھا ہے ایک دفعہ لوگوں کو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آج سے سو سال بعد تمام لوگوں سے جو زمین پر رہتے ہیں کوئی نہ رہیگا ان الفاظ کا حقیقی مطلب یہ تھا کہ حضورؐ کی اس تقریر کے وقت جو لوگ رُوئے زمین پر زندہ موجود ہیں اُن میں سے کوئی سو سال کے بعد زندہ نہ رہیگا۔ لیکن لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ آج سے سو سال کے بعد کوئی شخص رُوئے زمین پر باقی نہ رہیگا خواہ موجودہ لوگوں میں سے ہو خواہ آئندہ پیدا ہونے والوں میں سے ہو۔

المثال السابع۔ جب مکّی زندگی میں الم غلبت الروم وھم من بعد غلبھم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیغلبون فی بضع سنین والی آیت نازل ہوئی۔ جس کا صحیح مطلب یہ تھا کہ رومی آج سے تین برس کے بعد نو برس تک ایرانیوں پر غالب آجائینگے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ابو جہل اور اس کے ساتھیوں سے ایک شرط طے کی۔ کہ جس میں ہارنے والے پر بہت سے اونٹوں کا تاوان بھی مقرر کیا گیا تھا۔ اور جس میں حضرت ابو بکرؓ نے رومیوں کے غلبے کی مدت نو سال سے قبل مقرر کی تھی اور اس مقابلہ میں حضرت ابو بکرؓ مشرکوں کے مقابلہ میں ہار بھی گئے تھے۔ جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپؓ پیشگوئی کے لفظ بضع کے وہ معنے نہ سمجھتے تھے جو خدا تعالیٰ کو مقصود تھا اور اس کے مدِّ نظر تھا ؏

المعیار الثالث:۔ تیسرا معیار پیشین گوئیوں کے متعلق قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی بعض وقت اپنے دین کے غلبہ وغیرہ کی پیشگوئی کرتا ہے اور بادی النظر میں وہ اور اس کے مرید بلکہ مخالف بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی اس کی زندگی میں پوری ہوگی لیکن وہ اس کے وفات کے بعد پوری ہوتی ہے۔ اس لئے کچھ قدرے ابتلاء لوگوں کو آتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ رعد کے آخر میں یہ اصول قائم کیا ہے:۔

واما نرینك بعض الذی نعدھم او نتوفینك فانما علیك البلاغ وعلینا الحساب یعنی پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس وقت نبی کا موجود ہونا ضروری نہیں چنانچہ اس آیت کے بعد فرمایا اولم یروا انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا یعنی لوگوں کو غور کرنا چاہیئے کہ رسول کریمؐ کی کامیابی کا بیج تو بو دیا گیا اور کارروائی تو شروع ہو گئی۔ اب خواہ نبی کریمؐ زندہ رہیں یا وفات پا جائیں آپؐ کے زندہ رہنے کا اس پیشگوئی میں کوئی دخل نہیں۔ اور یہ ابتلاء جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ بعض دفعہ نبی کے بڑے سے بڑے مخلص مریدوں کو بھی پیش آجاتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی وفات پر حضرت عمرؓ نے اسی لئے آپؐ کی وفات کا انکار کیا تھا۔ کہ ابھی آپؐ نے منافقوں کی سرکوبی کرنی ہے۔ اور ابھی فلاں فلاں کام آپؐ سے ظہور پذیر ہونا ہے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کی یہ غلطی دور کر دی۔ اور انہیں توجہ دلائی کہ ان اللہ حیّ لا یموت یعنی جن کاموں کے لئے تم رسول مقبولؐ کو زندہ رکھنا چاہتے ہو وہ کام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں اس لئے حضورؐ کی موت کے بعد بھی وہ کام تکمیل پذیر ہو سکتے ہیں اس سے اصل پیشگوئی میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا ؏

المعیار الرابع:۔ اس رکوع میں جس کا حوالہ ہم نے معیار ثالث میں دیا ہے اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے ایک اور اصول بیان کیا ہے۔ اور وہ یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت کے الفاظ ہیں ان الفاظ کی عمومیت گو نسخ شرائع وقتی کی تبدیلی سلطنتوں کا تنزل اور ترقی انسانوں کی موت و حیات سب پر مشتمل ہے مگر اس میں ہم اس آیت کے یوں معنے کرتے ہیں کہ جو پیشگوئی کوئی نبی کرتا ہے اس کے لغت کی رُو سے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں جن میں سے بعض مفہوم نبی اور مخاطبین کے نزدیک وقوع پذیر ہونیوالے ہوتے ہیں۔ لیکن یمحوا اللّٰہ ما یشاء اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے ان مفہوموں کو روک دیتا ہے اور وہ مفہوم جو نبی یا کسی مخاطب کے خیال میں نہیں ہوتا مطابق آیت و یثبت کے اللہ تعالیٰ اسے وقوع پذیر کر دیتا ہے جیسا کہ ہم معیار ثانی میں اس کی بہت سی مثالیں دے چکے ہیں ؛

المعیار الخامس :۔ پانچواں معیار سورہ نحل ع ۱۴ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے واذا بدّلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ واللّٰہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون ۝ اس آیت میں نہایت تفصیل سے انبیاء علیہم السّلام کی پیشین گوئیوں کے متعلق ایک محکم اصول بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ یعنی نبی ایک پیشگوئی کرتا ہے اور اس پیشگوئی کا مفہوم وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اب اگر نبی کے وہ الفاظ پورے ہو جائیں تو وہ ایک بڑا بھاری نشان ہوتا ہے لیکن ہم کسی مصلحت سے اس پیشگوئی کا ایک اور مفہوم وقوع میں لاتے ہیں یہ جدید مفہوم بھی ایک ایسا امر ہوتا ہے کہ جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے خدا کا ایک بھاری نشان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مفہوم جو اس پیشگوئی سے نبی سمجھا تھا پورا نہیں ہوتا اس لئے قالوا انما مفتر یعنی مخالفین کہدیتے ہیں کہ نبی کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ حالانکہ واللّٰہ اعلم بما ینزل کے مطابق نبی تو صرف الفاظ پہنچانے والا ہوتا ہے اور الفاظ چونکہ خدا کے ہوتے ہیں۔ اس لئے صحیح مطلب بھی پوری طرح خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اگر وہ مطلب جو نبی نے سمجھا تھا غلط نکلے تو اس سے یہ نتیجہ نکلیگا کہ اللہ تعالیٰ تمام الہامات اور پیشین گوئیوں کا صحیح صحیح مطلب جانتا ہے۔ اور نبی پیشگوئیوں کے الفاظ تو پوری صحت سے لوگوں تک پہنچا دیتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر پیشین گوئی کا مطلب صحیح ہی سمجھتا ہو پس کسی پیشگوئی کے اگر وہ معنے صحیح نہ نکلیں جو نبی نے دنیا کے سامنے پیش کئے تھے تو یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ نبی نے الفاظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے پہنچانے میں بھی غلطی کی۔ بلکہ صرف یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ نبی خدا کے الفاظ کا وہ مطلب نہیں سمجھا جو خود خدا کو مدِّ نظر تھا اور واللّٰہ اعلم کے الفاظ جو افعل التفصیل پر مشتمل ہیں یہ دلالت کرتے ہیں۔ کہ نبی کا پیشگوئی میں غلطی کرنا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا عدم علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں دکھایا گیا ہے نہ کہ مطلقاً اس قرآنی اصول پر کہ نبی پیشین گوئیوں کے سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح تو پیشگوئیاں قابل اعتبار نہیں رہتیں اور جب کوئی پیشگوئی پوری نہ ہوگی تو بجائے اسکے کہ نبی کو جھوٹا کہا جائے نبی یہ عذر کر دیا کریگا۔ کہ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا اس اعتراض کو بدلنا آیۃ مکان آیۃ کے الفاظ سے پوری طرح حل کر دیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کے مفہوم کے علاوہ جو مفہوم وقوع پذیر ہو اس کی حقیقت پر غور کرنا چاہیئے اگر وہ اپنے اندر معجزانہ رنگ رکھتا ہے اور ایسا مفہوم ہے کہ اس کا پیش از وقوع بتا دینا انسانی طاقت و قیاس سے خارج ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس امر کو اس نبی کا معجزہ قرار نہ دیں کیونکہ جو امر وقوع پذیر ہوا ہے اس کا قبل از وقت بتا دینا ایسا ہی دور از قیاس ہے جیسا کہ اس مفہوم کا قبل از وقت بتا دینا تھا جو اس پیشگوئی سے نبی نے سمجھا تھا اور جب غیر معمولی اور انسانی طاقت سے باہر ہونے میں دونو امر برابر ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک کے وقوع پذیر نہ ہونے پر یہ اعتراض کیا جائے کہ انما انت مفتر کہ نبی کی بات جھوٹی نکلی حالانکہ وقوع پذیر ہونے والا دوسرا امر اسی شان اور افضلیّت کا ہے۔ پس پیشگوئیوں کا اعتبار اسی صورت میں ساقط ہوتا ہے جبکہ نبی کا خیال تو ایسا امر ہو جسے خدا کی قدرت نمائی کہا جا سکے۔ لیکن پوری ہونے والی بات ایسی ہو جو انسانی طاقت کے اندر اور قیاس میں آجانے والی ہو۔ اس امر کی چند مثالیں معیار ثانی میں پیش کی جا چکی ہیں ؁

المعیار السادس :- پیشین گوئیوں میں جس شخص کے متعلق کوئی بات بتائی گئی ہو کبھی اس شخص سے اس کا بیٹا مراد ہوتا ہے یا اولاد میں سے کوئی شخص۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ پیشگوئی زید کے حق میں ہو اور وہ اس کی اولاد کے حق میں پوری ہو۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بعض الفاظ جن سے بادی النظر میں نبی کا وجود سمجھا جاتا ہو اس کی بجائے اس کے خلفاء یا متبعین مراد ہوں۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

المثال الاوّل۔ بخاری میں لکھا ہے اوتیت مفاتیح خزائن الارض کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ لیکن ابو ہریرہ اس حدیث کو بیان کرکے فرماتے ہیں فذھب رسول اللہ وانتم تنتثلونھا۔ یعنی یہ پیشگوئی حضورؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء کے ذریعہ پوری ہوئی۔

المثال الثانی۔ حضور علیہ السّلام نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کڑے ہیں جنہیں دیکھ کر میں بہت گھبرایا۔ اور خواب میں ہی مجھے بتایا گیا۔ کہ وہ دو جھوٹے مدعیان نبوت ہیں اور آپؐ نے خواب ہی میں ان کو خواب میں اڑا دیا لیکن اس پیشگوئی کے دو مصداق مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی صحابہ اور خلفاء کی کوششوں سے حضور علیہ السلام کے بعد ہلاک کیئے گئے۔

المثال الثالث۔ حضور علیہ السلام نے دیکھا۔ کہ خواب میں آپؐ کو جنّت کے انگوروں کا ایک خوشہ ابوجہل کے لئے دیا گیا۔ لیکن اس کو ایمان نصیب نہ ہوا کہ جنّت میں داخل ہوتا مگر یہ پیشگوئی اس کے بیٹے عکرمہ کے ذریعہ پوری ہوئی۔

المثال الرابع۔ حضور علیہ السلام نے خواب میں عتاب ابن اُسید کو مکہ کا والی دیکھا۔ مگر وہ کافر ہی مرا اور اس کا بیٹا مسلمان ہو کر حضور علیہ السلام اور خلفاء کے زمانہ میں مکہ کا والی ہوا۔

المعیار السابع۔ وعدہ عموماً اس خبر کو کہتے ہیں جس میں خوشخبری دی جائے اور وعید اس خبر کا نام ہے جو انذاری پہلو اپنے اندر رکھتی ہو قرآن مجید سے یہ امر ثابت ہے کہ انعام بغیر استحقاق کے بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن عذاب بغیر جُرم کے نہیں ہوتا اس لئے وہ پیشگوئی جو وعیدی ہو ضرور کسی نہ کسی جُرم سے مشروط ہوگی خواہ وہ جُرم اس پیشگوئی میں مذکور ہو یا مذکور نہ ہو۔ اس لئے وہ شخص جس کے متعلق وہ پیشگوئی کی گئی ہے اپنی اصلاح کرلے تو ضروری ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی پوری نہ ہو کیونکہ جب وعید کی بنیاد جُرم پر تھی۔ اور اس شخص نے اصلاح کرلی ہے تو مطابق اصول اذا فات الشرط فات المشروط یعنی وعید بھی ٹل جاویگا۔ پس جہاں ہم دیکھیں کہ ایک نبی نے کسی شخص کے حق میں ایک انذاری پیشگوئی کی ہے اور پھر ہم دیکھیں کہ وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو بجائے یہ فتویٰ لگانے کے کہ پیشگوئی غلط نکلی ہمیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھنا چاہیئے کہ وہ شخص جس کے حق میں پیشگوئی کی گئی تھی آیا اپنی شوخی و گستاخی اور نبی کی مخالفت سے باز آگیا ہے یا نہیں۔ پھر اگر یہ معلوم ہو کہ اس کی روش میں ایسی تبدیلی ہو چکی ہے تو ہمیں یہی نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ پیشگوئی جس وجہ سے کی گئی تھی وہ وجہ چونکہ اب قائم نہیں اس لئے پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ پوری نہ ہو بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اس وعید کا پورا نہ ہونا پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اس اصول کی مثال حضرت یونسؑ کی قوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صراحت سے بیان فرماتا ہے فلولا کانت قریۃ اٰمنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس لما اٰمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ومتّعناھم الٰی حین (سورہ یونس ع ۱۰) اور اسی اصول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی محمدی بیگم والی پیشگوئی ہے کہ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ جو شخص محمدی بیگم سے شادی کریگا وہ ڈھائی سال اور اس سے شادی کرانے والا یعنی اس کا باپ تین سال کے عرصہ میں ہلاک ہو جائیگا اب پیشگوئی کی بنیاد یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حق میں شوخی و گستاخی و مخالفت پر مبنی ہے۔ اس کے بعد چھ ماہ میں لڑکی کا باپ جس کی میعاد وفات ۳ سال تھی فوت ہو جاتا ہے۔ پس انسانی فطرت جس کو ہر ایک اپنے اوپر قیاس کرکے معلوم کرسکتا ہے بتاتی ہے کہ پیشگوئی اس قسم کی ہے کہ سلطان محمد جس کی میعاد احمد بیگ سے چھ ماہ کم ہے یقیناً خوفزدہ ہو گیا ہوگا کیونکہ اگر دو شخص جو ایک برتن میں کھانا کھا رہے ہوں۔ اگر انہیں کہا جائے کہ اس کھانے میں زہر ہے اور پھر تھوڑی دیر میں وہ شخص جس نے کھانا بعد میں شروع کیا تھا یکدم غش کھاکر پیچھے گر جائے اور زہر کے علامات اس سے ظاہر ہوں تو ناممکن ہے کہ دوسرا شخص کھانے سے دست کش نہ ہو۔ پس سلطان محمد اس لئے ڈھائی سال کے بعد نہیں مرا کہ وہ احمد بیگ کی موت کو دیکھ کر یقیناً ڈر گیا تھا۔ تبھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بار بار اعلان کرتے پر کہ احمد بیگ کی موت سے یہ شخص ڈر گیا ہے اس نے انکار نہیں کیا۔

247

المعیار الثامن:- قرآن مجید سے ایک یہ اصول بھی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی نبی یہ پیشگوئی کرے۔ کہ فلاں شخص فلاں فلاں عذاب میں مبتلا ہوگا سوائے اس کے کہ وہ حق کی طرف رجوع کرے تو ضروری نہیں کہ عذاب صرف اسی صورت میں ٹلے کہ وہ شخص پوری طرح مسلمان ہو جائے اور اس نبی کی جماعت میں داخل ہو جائے بلکہ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلی روش میں قدرے تغیر کرلے مثلاً اس کی شوخی میں کمی آجائے مخالفت میں دھیما ہوجائے وغیرہ وغیرہ۔ وہ آیت جس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے یہ ہے ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون ہ (سجدہ ع۲) یا وما نریھم من اٰیۃ الا ھی اکبر من اختھا واخذناھم بالعذاب لعلھم یرجعون (زخرف ع۵) یعنی فرعونیوں کو ہم نے چھوٹے چھوٹے عذاب دینے شروع کیئے تاکہ وہ رجوع کریں۔ یہ آیت نص صریح ہے۔ اس امر پر کہ چھوٹا عذاب تب دُور ہونا چاہیئے۔ کہ جب اس کی غایت رجوع وقوع پذیر ہوجائے۔ لیکن قرآن مجید سے یہ ثابت ہے۔ کہ جب فرعونیوں کو کوئی عذاب محسوس ہوتا تھا تو وہ حضرت موسٰیؑ پر ایمان نہیں لاتے تھے اور نہ ہی بنی اسرائیل کو اپنی حکومت کے جوئے سے آزاد کرتے تھے بلکہ وہ حضرت موسٰیؑ کو ان عذابوں کی وجہ سے بجائے نبی کے جادوگر سمجھتے تھے لیکن اپنی پہلی روش میں اتنا تغیر ضرور کر دیتے تھے کہ حضرت موسٰیؑ کے سامنے اپنی زبان سے یہ اقرار کر دیتے تھے۔ کہ اگر یہ عذاب دُور ہوگیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئینگے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ہمراہ روانہ کر دینگے اس کے بعد ان کے محض ایسا کہنے پر اللہ تعالیٰ اس عذاب کو جس میں کہ وہ مبتلا ہوتے تھے دُور کر دیتا تھا۔ حالانکہ یہ امر بالبداہت ظاہر ہے۔ کہ وعدہ ایمان ایمان نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی ہندو یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا پاس ہوجائے تو مَیں مسلمان ہوجاؤنگا تو کوئی شخص اسے مسلمان قرار نہ دیگا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا۔ کہ فرعونیوں پر ہم ہلکے عذاب اس لئے لاتے تھے کہ وہ رجوع کریں۔ اور پھر محض ان کے زبانی وعدہ پر ان عذابوں کا دُور کر دیا جانا یقینی دلیل ہے کہ پیشین گوئیوں میں رجوع سے مراد حق کو قبول کرنا یا مسلمان ہوجانا یا اپنی سابقہ روش کو کلیتاً چھوڑ دینا نہیں۔ بلکہ رجوع سے مراد اپنی سابقہ روش میں قدرے تبدیلی پیدا کر دینا بھی ہے۔ اور وہ آیت جس میں فرعونیوں کے وعدہ ایمان کا ذکر ہے یہ ہے:۔ وقالوا یاایّھا الساحر ادع لنا ربک بما عھد عندک اننا لمھتدون فلما کشفنا عنھم العذاب اذا ھم ینکثون اور دوسری جگہ فرمایا ولما وقع علیھم الرجز قالوا یاموسی ادع لنا ربک بما عھد عندک لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل فلما کشفنا عنھم الرجز الی اجل ھم بالغوہ اذا ھم ینکثون ؕ

المعیار التاسع:۔ الٰہی خبروں میں جس طرح حقیقت استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجاز بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری نہیں کہ ہر پیشگوئی انہی معانی اور الفاظ میں پوری ہو جو مطلب کہ پیشگوئی کے الفاظ کے حقیقی معنوں سے مترشح ہوتا ہے بلکہ بہت ممکن ہے کہ اس پیشگوئی کے الفاظ کے جو مجازی معنے ہوں اس کے لحاظ سے وہ پیشگوئی پوری ہو مثلاً حضور علیہ السلام کی ایک پیشگوئی ہے کہ ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا کہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائینگی۔ اور ان کے ذریعہ تیز رفتاری نہ کی جائے گی۔ یہ پیشگوئی اپنے حقیقی معنوں میں اس زمانہ میں پوری ہو چکی ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ دجّال ایک گدھے پر سوار ہو کر آئیگا۔ یہ اپنے ظاہری لفظوں میں پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ گدھے سے مراد مجازی معنے ہیں اور ریل بوجھ ڈھونے اور ایک کریہہ آواز نکالنے اور ادنیٰ اور اعلیٰ ہر شخص کے سوار ہونے میں گدھے کے مشابہ ہے ؛

المعیار العاشر:۔ پیشگوئی اس خبر کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو آگاہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی کو آگاہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔ چنانچہ کبھی وہ اپنے کلام کے ذریعہ اپنے بندوں کو آئندہ کی خبروں پر آگاہ کرتا ہے۔ کبھی کشوف کے ذریعہ بیداری میں اور کبھی خواب کے ذریعہ سوتے میں۔ پس جس طرح کلام والی پیشگوئی میں کبھی حقیقت مراد ہوتی ہے اور کبھی مجاز۔ اسی طرح خوابوں والی پیشگوئی میں کبھی حقیقت مراد ہوتی ہے اور کبھی حقیقت کی تعبیر۔ اور اس کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے لقد صدق اللّٰہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلنّ المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ اٰمنین محلّقین رؤسکم ومقصرین اور تعبیر کی مثالیں تو بہت سی ہیں کیونکہ خواب کی پیشگوئیاں اکثر تعبیر کی صورت میں پوری ہوتی ہیں مثلاً حضرت یوسفؑ کا اپنے ماں و باپ اور بھائیوں کو سورج و چاند اور ستاروں کی شکل میں دیکھنا، دجّال کا طواف کعبہ کرنا، فرعون مصر کا قحط کے سالوں کو دُبلی گائیوں اور سوکھے بالوں کی شکل میں دیکھنا و بالعکس اسی طرح حضور علیہ السلام کا احد کے شہداء کو مذبوحہ گائیوں کی شکل میں دیکھنا اور عکرمہ کے اسلام لانے کو بہشتی خوشہ انگور کی شکل میں دیکھنا وغیرہ وغیرہ بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

میں نے افادۂ عام کے لئے یہ دس اصول بطور نمونہ درج کر دیئے ہیں تاکہ مخلوق خدا ان اصولوں کو پڑھ کر گمراہی میں پڑنے سے بچ سکے۔ تلک عشرۃ کاملۃ ؛

248

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُلوہیّت مسیح علیہ السلام کی تردید میں بیس انجیلی دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسلمان اور عیسائی دونو مقدّس انسان جانتے ہیں۔ لیکن انکی اصل شان کے متعلق دونو فریق میں شدید اختلاف ہے۔ عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے بلکہ خود خدا تھے۔ اور جو شخص انکی اُلوہیّت پر ایمان نہیں لاتا وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ محض اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور باقی تمام رسولوں کی طرح خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ خدا یا ابن اللہ نہ تھے۔ جو شخص انکی اُلوہیّت کا قائل ہے وہ مشرک ہے اور اگر اس غلط عقیدہ سے توبہ نہ کرے تو اسے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس موجودہ عیسائیت اور اسلام میں اختلاف کی بنیاد حضرت مسیحؑ کی اُلوہیّت کا عقیدہ ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عقیدہ حضرت مسیحؑ نے نہیں سکھایا بلکہ بعد کی ایجاد ہے۔ اور موجودہ اناجیل اگرچہ بہت حد تک غیر محفوظ ہیں لیکن ان میں بھی متعدّد بیانات اُلوہیّت مسیح کے خلاف موجود ہیں۔ انجیلی بیانات بہرحال عیسائی صاحبان پر حُجت ہیں۔ اس لئے ہم اسجگہ اُلوہیّت مسیح کے خلاف اناجیل سے ہی بیس۲۰ دلائل پیش کرتے ہیں:۔

پہلی دلیل۔ حضرت مسیحؑ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:۔ "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدا واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں"۔ (یوحنا ۱۷/۳)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حیاتِ ابدی کے پانیکا صرف یہ طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یگانہ اور برحق تسلیم کیا جائے اور حضرت مسیحؑ کو اس کا صرف ایک رسول "بھیجا ہُوا" مانا جائے۔ پس ثابت ہُوا کہ اُلوہیّت مسیح کا عقیدہ سراسر باطل ہے۔ مسیحؑ محض رسول تھے جیسا کہ اسلامی اعتقاد ہے۔ اور اسی پر انجیل کے دیگر حوالجات دلالت کر رہے ہیں:۔

دوسری دلیل۔ انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یہود نے حضرت مسیحؑ کو سنگسار کرنا چاہا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ "تو آدمی ہو کر اپنے آپکو خدا بناتا ہے"۔ تب حضرت مسیحؑ نے فرمایا۔ "کیا تمھاری شریعت میں یہ نہیں لکھا۔ کہ مَیں نے کہا تم خدا ہو؟ جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتاب مقدّس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدّس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو کر تُو کفر بکتا ہے۔ اس لئے میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں۔" (۱۰/۳۴-۳۶)

حضرت مسیحؑ کے اس جواب سے عیاں ہے کہ انکی بعض عبارتوں میں لفظ "خدا کا بیٹا" اسی طرز پر واقع ہوا ہے جس طرح گذشتہ انبیاء کو کتاب مقدس میں "خدا" کہا گیا ہے۔ اور جبکہ عیسائی صاحبان کے نزدیک پچھلے انبیاء سچ مچ خدا نہ تھے تو حضرت مسیحؑ سچ مچ خدا کا بیٹا کیونکر قرار دیئے جا سکتے ہیں؟

تیسری دلیل۔ لکھا ہے "پھر یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا۔ اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اسے آزماتا رہا۔" (لوقا ۴/۱-۲)

اگر یسوع خدا ہوتا تو اس کے روح القدس سے بھرنے کا کیا مطلب؟ چالیس روز تک ابلیس سے آزمائے جانے میں اس کی الوہیت کا صریح ابطال ہے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ "نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے۔" (یعقوب ۱/۱۳)

چوتھی دلیل۔ مسیح کے انجیلی معجزات اس کی الوہیت کی کھلی تردید کر رہے ہیں۔ کیونکہ از روئے اناجیل ان کا ظہور حضرت مسیحؑ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار کے ماتحت ہوتا تھا۔ لعزر کے قصہ میں لکھا ہے "یسوع نے آنکھیں اٹھا کر کہا۔ اے باپ! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تُو نے میری سن لی۔ اور مجھے تو معلوم تھا کہ تُو ہمیشہ میری سنتا ہے۔ مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں۔ میں نے یہ کہا تاکہ وہ ایمان لائیں کہ تُو ہی نے مجھے بھیجا ہے۔" (یوحنا ۱۱/۴۱-۴۲)

پس مسیحؑ ایک برگزیدہ بندہ تھا نہ کہ خدا کا بیٹا۔

249 **پانچویں دلیل۔** مسیحؑ نے کہا۔ "اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اس پیالے کو میرے پاس سے ہٹا لے۔" (مرقس ۱۴/۳۶)

خدا وہ ہے جو سب کچھ کر سکتا ہو اور ہر چیز پر قادر ہو۔ مسیحؑ ایسا نہ تھا لہذا خدا نہ تھا۔ بلکہ عاجز بندہ تھا۔

چھٹی دلیل۔ لوقا انجیل نویس کہتا ہے "پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دعا مانگنے لگا۔ اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔" (۲۲/۴۴)

کیا عقلِ انسانی تصور کر سکتی ہے کہ یہ شخص خدا یا خدا کا بیٹا تھا؟ اگر وہ خدا ہوتا تو اِس پریشانی اور دِلسوزی کا کونسا موقعہ تھا؟

ساتویں دلیل۔ لکھا ہے۔ "اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اسکی سنی گئی۔" (عبرانیوں ۵/۷)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا ایمان تھا مفصلہ ذیل ہیں :-

اوّل - تعلیمات کی سادگی -

دوم - بودھ کو جانوروں کی زندگی کا بہت خیال تھا - اور وہ اُن پر انسانی مظالم کو ناپسند کرتا تھا - اُس زمانہ میں ہزاروں جانور ہندوستان میں بھینٹ چڑھا دیئے جاتے تھے جس کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے اُس نے عدم تشدّد کی تعلیم کو فروغ دیا -

سوم - بودھ نے اَوروں کی نسبت سادگی اور پرہیزگاری پر زیادہ زور دیا - اُس نے سکھایا کہ صرف اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو کرم کے اثرات یعنی پیدائش در پیدائش سے بچا سکتا ہے -

چہارم - بودھ پہلا آریہ مصلح تھا - جس نے انسانی اخوت کا پرچار کیا اور ذات پات کی کُھلے لفظوں میں مذمّت کی - اُس نے عیسائیوں کے مایہ ناز نظریۂ کفّارہ کی مخالفت کی اور بتایا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمّہ وار ہے -

اب مَیں بودھ مت کے بعض نقائص کو جو اُسے بنی نوع انسان کی روحانی قیادت کے لئے ناکمل بناتے ہیں واضح کرتا ہوں :-

پہلا نقص بودھ مت میں کسی اعلیٰ منزلِ مقصود کا نہ ہونا ہے - شاید اِس کی یہ وجہ ہو کہ زندگی کے متعلق بودھ کا نظریہ متشائم تھا - اس نے جو مقصدِ اعلیٰ ہمارے سامنے پیش کیا وہ یہ تھا کہ تمام سفلی خواہشات کو روک دیا جائے اور اپنے آپ پر ضبط رکھا جائے - یہ مقصود چونکہ نفی کی قسم کا ہے اس لئے ہمیں روحانی و اخلاقی بامِ رفعت تک نہیں پہنچا سکتا -

بودھ اپنے آپ کو اپنے پیروکاروں کے سامنے بطور ایک نمونہ کے پیش نہیں کرتا - وہ اُن سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ اُسے بطور ایک دوست - فلسفی یا راہنما کے تسلیم کریں - اُس کی اپنی زندگی یک طرفہ اور ناکمل رہی ہے - وہ فی الحقیقت کوئی تاریخی شخصیت نہیں - اُس نے اپنی زندگی ایک راہب کی سی گذاری اور یہی تعلیم وہ اپنے پیروکاروں کو دے گیا - زندگی کے متعلق بودھ کی مجوّزہ تعلیم کو اگر بیسویں صدی کے نقطۂ خیال سے پرکھا جائے تو وہ کوئی معیاری نہیں - جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے - بودھ نے ایک راہبانہ زندگی کو ترجیح دی اور دُنیاوی کاروبار کے متعلق کوئی واقفیت نہ رکھی - اُس کا نظریۂ حیات بلاشبہ متشائم تھا - یعنی یہ کہ دُنیا رنج اور دُکھ کا بسیرا ہے شہنشاہوں - قانون بنانے والوں اور معاشرتی اصلاح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیحؑ نے گریہ وزاری سے اس سے التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ پس جس سے دُعائیں کیں اور جو مسیحؑ کو موت سے بچا سکتا تھا۔ وہی خدا ہُوا نہ کہ مسیحؑ۔ اگر مسیحؑ خود خدا ہوتا تو غیر سے دُعا کے کیا معنے؟ اس کا عاجز محض ہونا اس کی اُلوہیت کو کُھلے طور پر باطل ثابت کر رہا ہے ؛

آٹھویں دلیل۔ "اُسوقت اُس (یسوع) نے ان سے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔" (متی ۲۶/۳۸)

کیا عیسائی دوست غور کریں گے کہ ایسا کمزور اور غمزدہ انسان خدا بنایا جا سکتا ہے؟

نویں دلیل۔ "اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا۔ ایلی ایلی لما سبقتنی یعنے اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" (متی ۲۷/۴۶)

نفسِ واقعہ کے علاوہ حضرت مسیحؑ کا "اے میرے خدا اے میرے خدا" کہنا بھی صاف بتلاتا ہے کہ آپ خود خدا نہ تھے بلکہ خدا تعالیٰ کے عاجز بندے تھے ؛

دسویں دلیل۔ نہایت واضح بات ہے کہ انسانوں سے ڈرنے والا اور ان کی نگاہوں سے از راہ خوف چھپنے والا ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ انجیل یوحنا میں لکھا ہے۔ "وہ (یہودی) اسی روز سے اس کے قتل کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔ پس اسوقت سے یسوع یہودیوں میں علانیہ نہیں پھرا۔ بلکہ وہاں سے جنگل کے نزدیک کے علاقہ میں افرائیم نام ایک شہر کو چلا گیا۔" (۱۱/۵۳-۵۴)

پطرس نے یسوع سے کہا کہ "تو مسیح ہے" اس بات کو سُنکر یسوع نے "انہیں تاکید کی کہ میری بابت کسی سے یہ نہ کہنا" (مرقس ۸/۳۰)

اس قسم کے واقعات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیحؑ ہرگز خدا نہ تھے ؛

گیارھویں دلیل۔ خدا وہ ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہ ہو۔ لیکن انجیل ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کی یہ شان نہ تھی۔ مسیحؑ خود فرماتے ہیں :-

"اُس دن یا اُس گھڑی (قیامت) کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ۔" (مرقس ۱۳/۳۲)

پھر لکھا ہے کہ یسوع کو بیت عنیاہ سے واپسی پر بھوک لگی اور وہ "دُور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے۔ مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔" (مرقس ۱۱/۱۳)

پس حضرت مسیحؑ اپنے قول اور فعل کی رُو سے عالم الغیب ثابت نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کو خدا قرار دینا سراسر باطل ٹھیرا ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بارھویں دلیل۔ "یسوع نے اس سے کہا۔ تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" (مرقس ۱۰/۱۸) اسجگہ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مسیحؑ گنہگار تھے یا بے گناہ۔ لیکن اتنا تو ہر حال ہر متعصّب عیسائی کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس جواب میں حضرت مسیحؑ نے صاف طور پر خدائے واحد کی اُلوہیّت کا اقرار اور اپنی خدائی سے انکار کیا ہے۔

تیرھویں دلیل۔ حضرت مسیحؑ کہتے ہیں۔ "اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھادینا میرا کام نہیں مگر جنکے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا انہیں کیلئے ہے۔" (متی ۲۰/۲۳) تو گویا یسوع مسیح اپنے اختیار سے کچھ نہ کر سکتے تھے بلکہ وہ ارادہ الٰہی کے ایسے ہی تابع تھے جیسا کہ دیگر انبیاء کرامؑ (نیز دیکھو یوحنا ۵/۳۰ و ۱۵/۱۰) لہذا انکو خدا قرار دینا سراسر غلط ہے۔

چودھویں دلیل۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں "باپ مجھ سے بڑا ہے۔" (یوحنا ۱۴/۲۸) اور خدا تو وہ ہے جس سے بڑا کوئی نہیں۔ پس حضرت مسیحؑ خدا نہ تھے۔

پندرھویں دلیل۔ صاف لکھا ہے "خدا ایک ہے اور خدا اور انسانوں کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی یسوع مسیح جو انسان ہے۔" (تمیتھیس ۲/۵)

سولھویں دلیل۔ پولوس کرنتھیوں کے نام کے پہلے خط میں لکھتا ہے۔ "میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح۔ اور عورت کا سر مرد۔ اور مسیح کا سر خدا ہے۔" (۱۱/۳) کیا اس واضح بیان کی موجودگی میں بھی عیسائی دوست مسیحؑ کو خدا قرار دینے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

سترھویں دلیل۔ خدا وہ ہے جو مرنے اور قتل ہونے سے پاک ہے۔ حزقیل کی کتاب میں لکھا ہے "کیا تو اس کے آگے جو تجھے قتل کریگا پھر کہیگا کہ میں الٰہ ہوں؟ لہذا تُو اپنے قتل کرنیوالے کے ہاتھ میں الٰہ نہیں بلکہ انسان ٹھیرا" (۲۸/۹) اور مسیحؑ عیسائی عقیدہ کی رُو سے یہود کے ہاتھوں صلیب پر مار دیئے گئے۔ (اعمال ۵/۳۰) نتیجہ عیاں ہے کہ مسیحؑ خدا نہ تھے۔

اٹھارھویں دلیل۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں۔ "اب میری جان گھبراتی ہے پس میں کیا کہوں؟ اے باپ مجھے اس گھڑی سے بچا۔" (یوحنا ۱۲/۲۷) پس گھبرانیوالا مسیح اور اس گھڑی سے بچنے کیلئے خدا تعالیٰ کا محتاج مسیح ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔

انیسویں دلیل۔ حضرت موسیٰؑ اور جملہ انبیاءؑ کی معرفت خدا نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ "میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔" (استثناء ۵/۷) لہذا مسیحؑ کی اُلوہیّت کا عقیدہ ساری شریعت اور اوّلین وصیّت کے صریح خلاف ہے۔

بیسویں دلیل۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ نبیوں کے پھل ان کے شاگرد ہوتے ہیں۔ تاریخ اور خود انجیل گواہ ہے کہ مسیح کے شاگرد اکثر نبیوں کے شاگردوں سے روحانیت اور وفاداری میں بہت کم تھے۔ چنانچہ جب یہودیوں نے مسیح کو پکڑا تو اُس وقت "سارے شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔" (متی ۲۶/۵۶) پس اُلوہیّت مسیح کا عقیدہ ہر رنگ میں بے دلیل اور بے ثبوت ہے۔ چاہیئے کہ عیسائی دوست ان دلائل پر غور کر کے اپنے غلط عقیدہ سے باز آئیں۔

(ٹریکٹ انجمن خدام الاسلام)

250

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اختلاط رجال و نساء کے متعلق اسلامی نظریہ

مستورات کا خاص خاص احوال میں مخصوص ضروریات کے لئے مکان سے باہر نکلنا ثابت ہوتا ہے لیکن اس نکلنے پر جو قیود و شروط شارع علیہ السلام کی جانب سے قانونی طور پر عائد کی گئی تھیں ان کا اندازہ ان احادیث سے ہو سکتا ہے۔

اذا استاذنکم نساءکم باللیل الی المساجد فاذنوا لھن۔ جب تمہاری عورتیں تم سے رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو اجازت دے دیا کرو۔

مسلم کی ایک روایت میں لا تمنعوا آیا ہے یعنی منع مت کرو معلوم ہوا کہ مساجد وغیرہ میں جانیکا مستورات کو حکم نہیں دیا گیا اور خود جانا چاہیں تو آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ ان کا مساجد میں نماز کے لئے جانا بھی مرد کے اذن و اجازت سے ہونا چاہیئے۔ اب مرد کو اختیار ہے۔ وہ جیسی مصلحت سمجھے اجازت دے یا نہ دے۔ اگر وہ اجازت دینے پر مجبور ہوتا تو استیذان کی قید عبث تھی۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس عہد میں عورتوں کے قیم یعنی شوہر کو مشورہ دے رہے ہیں کہ ہر وقت نہیں صرف شب کے وقت (جو نسبتہً تستر کا وقت ہوتا ہے) اگر مساجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو خواہ مخواہ محض اوہام اور وساوس کی بنا پر ان کو روکنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں عورت کو حکم دیا گیا۔

فلا تطیب تلک اللیلۃ (صحیح مسلم) اس رات خوشبو استعمال نہ کرے۔

ایما امرأۃ اصابت بخورا فلا تشھد معنا العشاء۔ جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء میں شریک نہ ہو۔

نہ صرف اسی قدر بلکہ سنن ابی داؤد اور صحیح ابن خزیمہ میں ہے۔ ولیخرجن تفلات۔ تفلۃ کے معنے مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔ التی لھا رائحۃ کریحۃ خلاصہ یہ کہ جب مسجد میں جائے تو میلی کچیلی ہو کر ایسی ہیئت سے نکلے جس سے اجانب کو اس کی طرف ملتفت ہونیکی قطعاً تحریک و ترغیب نہ ہو۔ ابن عبدالبر نے تمہید میں اپنی اسناد سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ :۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انھوا نسائکم عن لبس الزینۃ والتبختر فی المساجد - اپنی عورتوں کو زینت کا لباس پہنکر نازو انداز کے ساتھ مسجد میں جانے سے منع کردو۔

قرآن کریم میں ہے وَلَا تُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ۔ چال ڈھال ایسی نہ ہو جو چھپی ہوئی زینت پر دوسروں کو مطلع کرے ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن۔ لباس سے سینہ وغیرہ کا اُبھار ظاہر نہ ہو یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ چادریں اس طرح لٹکی ہوں جو بدن کی ہیئت کیلئے ساتر ہوسکیں فَلَا یَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ۔ کسی سے بات کرنیکی نوبت آئے تو ایسی نرمی و نزاکت سے نہ کریں جس سے بدنیتوں کو کچھ طمع پیدا ہو۔ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ خلاصہ یہ ہے کہ اپنی آبرو اور عصمت کی پوری طرح حفاظت کریں۔

حدیث میں ہے:۔ زنا العین النظر و زنا اللسان المنطق۔ آنکھ کی زنا نظر بد ہے اور زبان کی زنا بات کرنا۔

جب ان قوانین کی پابندی کے ساتھ عورت مسجد میں پہنچ گئی تو ارشاد ہے کہ خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا و خیر صفوف نساء اٰخرھا وشرھا اولھا۔ یعنی جو عورت جماعت میں امام سے اور مردوں کی صفوف سے جسقدر بعید ہو گی اسی قدر بہتر ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ اخروھن من حیث اخرھن اللہ۔ انکو پیچھے رکھو جس طرح خدا نے انکو پیچھے رکھا ہے۔

پھر نماز میں عورتوں کو حکم تھا کہ جبتک مرد سجدہ سے اُٹھ کر بیٹھ نہ جائیں وہ سجدہ سے سر نہ اُٹھائیں اگر امام کو سہو لاحق ہو تو آگاہ کرنیکے لئے مرد سبحان اللہ کہے۔ عورت کو مجمع میں اس قدر بولنے کی بھی اجازت نہیں اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْحُ لِلنِّسَاءِ۔ "سبحان اللہ کہنا مردوں کیلئے ہے عورتوں کیلئے دستک دینا ہے" نماز فجر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں اُٹھتے تھے جب تک مستورات مسجد سے باہر نہ چلی جاتی تھیں۔

ان سب انتظامات کے باوجود معجم طبرانی اور مسند امام احمدؒ میں باسناد حسن وارد ہے کہ:۔

۴ الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ انی احب الصلوٰۃ معک قال قد علمت وصلوتک فی بیتک خیرلک من صلوتک فی حجرتک وصلوتک فی حجرتک خیرلک من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر لک من صلوتک فی مسجد قومک ۴ خیر من صلوتک فی مسجد الجماعۃ۔ ام حمید ساعدیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ محبوب ہے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیٹے نے سمجھ لیا مگر تو اپنے مکان کے کسی کمرہ کے اندرونی حصّہ میں نماز پڑھے یہ اس سے بہتر ہے کہ کمرہ میں پڑھے اور کمرہ میں پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ صحن میں پڑھے اور مکان کے صحن میں پڑھنا اس بہتر ہے کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں جاکر ادا کرے اور محلّہ کی مسجد میں پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ جامع مسجد میں ادا کرے ؎

خیال کیجئے کہ نماز اہم العبادات ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عام مساجد کی نمازوں پر ہزار گنا فضیلت رکھتی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا وہ دولت ہے۔ جس کے مقابلہ میں کل دنیا کی دولتیں ہیچ ہیں۔ عموماً مقتدی وہ لوگ ہیں جن سے بڑھ کر بجز انبیاءؑ کے کوئی پاکباز مطہر و مزکّی جماعت آسمان کے نیچے موجود نہیں ہوئی۔ اسلامی سوسائٹی ایسے رجال و نساء پر مشتمل ہے جن کی عفت مآب زندگی اُمّت محمّدیہ کے لئے غضّ بصر و تحفظ عصمت کا اعلیٰ نمونہ بننے والی تھی، وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر لمحہ تازہ وحی اور نئے نئے احکام و اصلاحی قوانین سے مستفید ہونے کے لئے ہر مرد و عورت دربار نبوّت میں حاضر ہوا کرے۔ فضا ایسی ہے کہ مسلمان ظاہر و باطن میں خدا سے، اور غیر مسلم مسلمانوں سے خوف کھاتے رہتے ہیں۔ ایسی پاک فضا اور ایسے مقدّس ماحول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو پیرس و لنڈن میں نہیں میلوں اور تھیٹروں میں نہیں باغوں اور پارکوں میں نہیں سیر و تماشے کے لئے نہیں بلکہ مدینہ طیّبہ میں مسجد نبویؐ میں خود اپنی اقتدار میں اتقیاء اُمّت کی جماعت میں نماز ادا کرنے کے لئے اس قدر مقید کیا اور ان کی نام نہاد آزادی یا یوں کہو کہ ان کے جوہر شرافت اور گوہر عصمت کی حفاظت پر ایسے سخت پہرے بٹھائے اور اختلاط رجال و نساء کو اتنی شدّت سے روکا۔ آخر ان تمام احکام و ہدایات کی علّت کیا تھی۔ یہی نا کہ تخم فتنہ کو اختلاط جنسین کی آبیاری سے نشوونما کا موقع نہ ملے ؎

از مقالہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی (ترجمان القرآن)

البیان الوفی فی معنی التوفّی

مولانا چوہدری تاج الدّین صاحب مولوی فاضل نے لفظ توفّی بمعنے قبض روح کے ثبوت میں نہایت مدلّل بحث کی ہے یہ اپنی طرز کا پہلا جامع مضمون ہے۔ صرف چار آنے کے ٹکٹ بھیج کر منگوائیں ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندو فلسفہ

{ پروفیسر محمد مجیب صاحب بی۔ اے آکسن نے ہندو فلسفہ پر جو مضمون محققانہ لکھا ہے وہ جامعہ سے درج ذیل ہے:۔ }

ان قوموں میں جن کے مذہبی عقائد واضح اور معین نہیں ہوتے فلسفے کا ہمیشہ چرچا رہتا ہے، اور فلسفانہ نظریوں کے ذریعہ سے مذہبی عقائد کی خانہ پُری کی جاتی ہے۔ ہندوؤں میں فلسفیانہ غور و فکر کا سلسلہ ویدک عہد کے آخر میں شروع ہو گیا تھا، اور رفتہ رفتہ چھ نظام فلسفہ مرتب ہوئے جو دھرم کے رُو سے کم و بیش مستند مانے جاتے ہیں اور سر درشن کہلاتے ہیں۔ فلسفہ بذات خود شاستر کی حیثیت نہیں رکھتا لیکن ہر مستند نظام فلسفہ اور اس کی تشریحیں شاستروں کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ سر درشن یہ ہیں۔ سانکھیا، یوگ، نیایہ، ویشے سک، پورو ممامس، اتر ممامس۔ ان میں پہلے اور دوسرے، تیسرے اور چوتھے، پانچویں اور چھٹے درشن موضوع اور اعتقادات کے اعتبار سے بہت مشابہ ہیں۔ اور ہم ان پر ایک ساتھ غور کر سکتے ہیں۔

252

لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اختلافات کے باوجود بعض عقائد اور اصول ہیں جنہیں تسلیم کرنے میں سب درشن متفق ہیں، اور ہندو فلسفہ نظریوں کا ایک گورکھ دھندا نہیں ہے بلکہ بہترین زندگی کے اصول دریافت کرنے اور ان اصولوں کو علمی اور فلسفیانہ حیثیت دینے کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ فلسفیوں کے سب فرقے یہ مانتے ہیں کہ انسان کا ہر فعل ایک اثر رکھتا ہے جو زائل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا پھل نہ چکھ لیا جائے، اور اس طرح انسان کا مستقبل اس کے افعال اور اعمال کے مطابق معین ہوتا رہتا ہے، جیسے کوئی چیز سانچے میں ڈھالی جاتی ہے۔ اپنے کرم کے سبب سے انسان بار بار دنیا میں پیدا ہوتا ہے، اور کرم کی اچھائی اور بُرائی کے حساب سے دنیا میں اس کی حیثیت اور اپنی زندگی پر اختیار گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ کرم کے قید خانے میں اس طرح گرفتار ہونا تمام فلسفیوں اور مذہبی رہنماؤں کے نزدیک بہت بُرا ہے، اور اس اعتبار سے یاس مشرقی ہندو فلسفے کی عام خصوصیت قرار دی جا سکتی ہے۔ لیکن دوسری طرف امید کا دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا۔ مکتی یا نجات کے امکان پر سب فلسفی متفق ہیں، اور غور و فکر کا اصل مقصد بھی یہ ہے کہ مکتی حاصل کرنے کے طریقے دریافت کیئے جائیں اور ایسے واضح اور مؤثر اسلوب سے بیان کیئے جائیں کہ وہ ہر ایک کے ذہن نشین ہو کر مکتی کو ایک عام اور عالمگیر حوصلہ بنا دیں۔ اسی سبب سے فلسفیانہ نظریوں کا تضاد بھی اخلاقی معیار میں کوئی فرق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ڈالتا، سب کا نصب العین ایک ہے، سب کے سادھن (یعنی مکتی حاصل کرنے کا مسلک) ایک ہیں

سانکھیا اور یوگ۔ سانکھیا نظام ہندوستان کے فلسفیانہ غور و فکر کا سب سے پہلا اور مؤثر نمونہ ہے۔ وہ غالباً ۸۰۰ اور ۵۵۰ ق م کے درمیان مرتب ہُوا، اور اگرچہ وہ ویدوں سے اخذ نہیں کیا گیا، بلکہ بعض اعتبار سے اس میں اور ویدک تصوّرات میں بنیادی اختلاف ہے، اس کا کئی اپنشدوں، منو کے دھرم شاستر، رزمیہ داستانوں اور پرانوں کی اخلاقی تعلیم میں گہرا اثر نظر آتا ہے، اور گوتم بُدھ نے بھی اپنے فلسفیانہ عقائد کی بنیاد اسی پر رکھی۔ ہمیں اس کے بانی کپل کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ لیکن سانکھیا فلسفے کا صدیوں تک چرچا رہا۔ اور وہ ہندوستان کی ذہنی زندگی پر بہت حاوی رہا ہے۔

سانکھیا فلسفے میں اُلوہیّت کا تصوّر نہیں ہے، اس کی جگہ ایک طرف مادّہ اور دوسری طرف پرشوں (روحوں) کی ایک بیشمار تعداد کائنات کے دو ابدی عنصر قرار دیئے گئے ہیں۔ مادے کا بنیادی اصول پراکرتی ہے، جو بے جان اور بے حِس ہونے پر بھی ایک مقصد سے معمور ہوتی ہے، اور یہ مقصد ہے کائنات کا وجود میں آنا اور اس کا قائم رہنا۔ پرش مادّے سے بالکل جُدا ہوتے ہیں، جسم کے حساب سے وہ گھٹتے اور بڑھتے نہیں، جسم میں داخل ہونے سے وہ محدود نہیں ہو جاتے، ان میں کسی قسم کی خصوصیات نہیں ہوتیں، اور فطرتاً کامل اور خالص شعور (چِت) ہوتے ہیں۔ کائنات کی تخلیق کسی خاص وقت میں نہیں ہوئی، یہ تخلیق دراصل ایک فرضیہ ہے، کیونکہ مادّہ اور پرش کا وجود اور ان کا اتصال ایک دائمی کیفیت ہے۔ ہمیں غور اس پر کرنا چاہیئے کہ مادّہ کیا چیز ہے، پرش کا اس سے اتصال کیونکر ہوتا ہے۔ اور پرش اور مادہ کا وہ مرکّب جسے ہم انسان کہتے ہیں اس کی زندگی سے جو اسے سراسر رنج اور تکلیف پہنچاتی ہے کیسے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

پراکرتی مادّے کی ایک حالت ہے جسے ہم تصوّر نہیں کر سکتے، مادہ کی وہ شکلیں جنہیں ہم تصوّر کر سکتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں مرکّب ہیں تین گنوں کی، ستو، رجس اور تمس۔ گن کے معنی ہیں خصوصیّت، لیکن مادّے کی ان گنوں کا الگ کوئی وجود نہیں، بلکہ لطیف سے لطیف اور ٹھوس سے ٹھوس مادّہ انہیں کی آمیزش سے پیدا ہوتا ہے، اور اسے ہم حل کر سکتے تو ان تین گنوں کے سوا کچھ باقی نہ رہتا۔ ستو مادہ کی لطیف ترین شکل ہے۔ رجس قوت متحرکہ اور تمس وہ ہے جو جسامت پیدا کرتی ہے، احساسات، خیالات، سب انہیں گنوں سے بنتے ہیں، اور پرش اور مادہ کا اتصال اوّل احساسات، پھر خیالات اور آخر میں علم اور ذہنی تصوّرات (بدھی) کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ پرش کامل شعور ہے، مگر اسے ظاہر ہونے کے لئے مادّی لباس کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باس شعور کے احساسات اور تصوّرات بے معنی اور بے مقصد ہوتے ہیں۔ سانکھیا فلسفیوں نے اپنا مطلب واضح کرنے کے لئے پرش اور مادّے کے تعلق کو ایک لنگڑے اور ایک اندھے کے اتحاد عمل سے تشبیہ دیا ہے۔ لنگڑا اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا، اندھے کو کچھ دکھائی نہیں دیتا، اس لئے لنگڑا اندھے کی پیٹھ پر سوار ہو گیا، اور دونو کا کام بن گیا۔

یہ نظریئے، جو بظاہر خالص علمی معلوم ہوتے ہیں، تمہید ہیں فلسفیوں کے اصل مقصد کی ان میں صرف جسمانی زندگی کی تشریح کی گئی ہے، اور اس کی حقیقت سمجھائی گئی ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ پرش کو، جو اتصال کی وجہ سے مادہ میں گرفتار ہو گیا ہے، آزاد کیا جائے۔ مادّہ میں گرفتار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شعور رجس اور تمس کے پردے میں اسی طرح چھپ گیا ہے جیسے سورج بادلوں نیچے، انسان ان احساسات اور تصوّرات کو جو حقیقت میں مادّی ہیں زندگی کی اصلیت سمجھنے لگا ہے، اور اس کا کرم ایسا ہو گیا ہے کہ اس کے خیالات اور احساسات شعور سے بالکل خالی ہو گئے ہیں۔ اگر ہم کسی صورت سے پرش اور مادّہ کو جدا کر سکیں تو دونو اپنی اصلیت کی طرف واپس چلے جائیں گے سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ انسان کی شخصیت، تمسک اور رجسک خصوصیات سے پاک کی جائے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے احساسات اور خیالات بھی مادّے کی ایک شکل ہیں، ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جس میں تمس غالب ہوتی ہے، جیسے کاہلی، آرام طلبی، بعض میں رجس، جیسے غم، غصّہ، محبّت، نفرت؛ وہ خیالات اور تصوّرات جو جذبہ یا جسمانی خواہشوں کا عکس نہ ہوں، ستوک ہوتے ہیں، اور انہیں کی طرف توجّہ کرنے اور 253
ذہن کو تمام عادتوں اور جذبات کے اثر سے پاک کرنے سے مکتی حاصل ہوتی ہے۔

یہاں پر یوگ کی تعلیم، جس کی ابتدا قریب قریب سانکھیا فلسفے کے ساتھ ہوئی، اس کی تکمیل کرتی ہے۔ یوگ کے لغوی معنی کچھ بھی ہوں، اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنے نفس اور ذہن پر قابو پانے کی ترکیبیں بتائے پاتن جلی، جس نے یوگ شاستر مرتب کیا، صرف سمادھی سے بحث کرتا ہے، کیونکہ یوگ ایک خاص عملی تعلیم تھی، اور جس کا علمی پہلو سانکھیا فلسفہ تھا، دونو کے عقائد میں یہ بنیادی فرق ضرور تھا کہ یوگ کے معتقد ایشور کے وجود کو تسلیم کرتے تھے، لیکن سانکھیا اور یوگ کے پیروؤں میں ہمیشہ علمی میل جول اور عملی اتحاد رہا۔ سانکھیا کے نزدیک اگر انسان کو کامل یقین ہو جائے کہ پرش، ذہن، اور احساسات اور معلومات اور تجربوں کا ذخیرہ (بدھی) تینوں جدا چیزیں ہیں تو وہ اپنا کرم پورا کر کے نجات حاصل کریگا۔ لیکن یوگ کے معتقد اس تعیّن کو کافی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں سمجھتے، بلکہ اس یقین کا پیدا ہونا دشوار سمجھتے ہیں جبتک کہ انسان سمادھی کی مشق کر کے مادی زندگی کی کڑیوں کو توڑ نہ ڈالے۔ نفس اور جسم پر قابو پانے کی انتہا یہ ہے کہ انسان پرانایام یعنی سانس روکنے میں مشق کرتے کرتے اتنا کمال کرلے کہ دنوں اور مہینوں تک جسمانی زندگی کو معطّل اور ذہن کو ایک تصوّر پر قائم رکھ سکے۔ اس طرح وہ جیتے جی مکتی کا مزہ چکھ سکتا ہے ضبط نفس اور غور و فکر کی پوری صلاحیت پیدا کرنے کے لئے سب لوگ جنہیں مذہب یا فلسفے سے شوق تھا یا اخلاقی ترقی کی آرزو تھی یوگ کی ہدایتوں پر عمل کرتے تھے، اور اس طرح یوگ کو وہ عمومیت حاصل ہوگئی جو کسی نظام فلسفہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ رفتہ رفتہ یوگ کے معتقدوں کے دو فرقے ہوگئے، جس میں ایک راج یوگ کا پیرو تھا اور یوگ کو مکتی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ مانتا تھا، دوسرا ہتھ یوگ کی زیادہ قدر کرتا تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ انسان کی روحانی اور جسمانی قوّت کو معجزے کی حدتک پہنچادے، اور اس کے اختیار کو اتنا بڑھادے کہ وہ اپنے اور دوسروں کے ساتھ جو چاہے کرسکے ؛

نیایہ اور ویشے سک فلسفے یہ دونو فلسفیانہ نظام، جس کا باہمی تعلّق سانکھیا اور یوگ کے اتحاد سے بھی زیادہ گہرا ہے، تقریباً اسی زمانے سے شروع ہوتے ہیں جب سانکھیا کی ابتدا ہوئی۔ نیایہ کا موضوع بحث اور منطق کے اصول تھے، اور اس کی بنیاد غالباً ان مباحثوں میں پڑی جو ویدوں کے الفاظ اور ان کے مطلب کے بارے میں ہوتے ہوں گے۔ "نیایہ سوتروں میں" جسے ایک عالم اکشپاڈیا گوتم نے مرتب کیا، نیایہ کا موضوع سولہ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جیسے صحیح علم حاصل کرنے کے طریقے، صحیح علم کا موضوع، شک، مقصد، تمثیل، مسلّمہ نتائج، مباحثہ، مناظرہ وغیرہ۔ ان تمام مسائل پر بحث کرتے ہوئے نیایہ فلسفیوں کے پیش نظر ہمیشہ ویدک عقائد کی توضیح کرنا اور انہیں صحیح ثابت کرنا ہوتا تھا۔

لیکن بحث کے اصول وضع کے ساتھ یہ بہت ضروری تھا کہ ویدوں کی بنیاد پر ایک نظام فلسفہ تعمیر کیا جائے جو ان مافوق الفطری مسائل کو حل کرے جن کے متعلق ویدوں میں کوئی صریحی تعلیم نہیں تھی، اور اس کے ذریعے سے دھرم کے آئین کو تقویت پہنچائے۔ ویشے سک نظام فلسفہ نے یہ فرض انجام دیا۔ ویشے سک سوتر جس میں ایک عالم کناڈ نے مختلف نظریوں کو یکجا کیا، اس سوال سے شروع ہوتا ہے کہ دھرم کیا ہے، اور اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دھرم وہ اصول سیاست ہیں جن کی تعمیل کا اجر دنیاوی بہبودی اور مکتی ہوتی ہے، اور پھر ویدوں کو صحیح اور قابل تقلید ثابت کرنے کے لئے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے دنیاوی بہبودی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور مکتی دونو حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد یہ بتایا جاتا ہے کہ مکتی صرف اسی شخص کو نصیب ہو سکتی ہے جس نے دھرم کی پابندی میں کمال دکھایا ہو، اور صحیح علم بھی رکھتا ہو۔ صحیح علم سے مراد ایشور، کائنات روح (آتمن) ذہن (منیس) مادّہ، مادہ کی ترکیب اور تشریح کے متعلق وہ عقائد اور نظریئے ہیں جو دیشے سک فلسفے میں پیش کیے گئے ہیں۔

نیایہ اور دیشے سک فلسفیوں میں یہ صفت ہے کہ انہوں نے اپنے تصورات قائم کرنے میں خواہ مخواہ بلند پروازی کی کوشش نہیں کی، اور عام تجربہ اور ظاہری اور صریحی حقیقت کا بہت لحاظ کیا۔ ایشور کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے قریب قریب وہی دلیلیں پیش کی گئی ہیں جو صدیوں بعد عیسائی اور مسلمان فلسفیوں نے استعمال کیں، روح کا وجود انسان کے احساسات اور اس کے اخلاقی اختیار سے ثابت کیا گیا ہے، اور مادّہ کی ترکیب اور خاصیت پر جب بحث ہوتی ہے تب بھی عام فہم دلیلوں سے کام لیا جاتا ہے۔ دھرم کی رو سے نیایہ اور دیشے سک کی کیا قدر ہے اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے، لیکن کیمیا پر جو بحث کی گئی ہے اور جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ صحیح معلومات کا ایک بیش قیمت خزانہ ہیں، اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ دیشے سک کے یہ نظریئے عقلی گدے نہیں تھے، بلکہ ان کے لئے عملی ثبوت فراہم کیئے جا سکتے تھے، بالکل اسی طرح جیسے آجکل کا قاعدہ ہے۔

پورو ممامس اور اتر ممامس اب تک ہم نے جن فلسفیوں کا ذکر کیا ہے ان سب میں وید مقدس اور حرف بحرف صحیح تسلیم کیئے گئے ہیں، لیکن وہ فلسفے خود ویدوں سے اخذ نہیں کیئے گئے ہیں۔ اور ان کے معتقدوں نے اس کی کوشش نہیں کی ہے کہ ہر نظریئے اور تصوّر کے لئے وید کی سند پیش کریں۔ ممامس فلسفوں میں یہ فرض کر لیا گیا کہ تمام وید اور ویدک سمتھائیں کامل علم اور کامل عقل کا مظہر ہیں، اور بیشتر انہیں مسائل پر بحث کی گئی جو ویدوں کی تعلیم سے متعلق ہیں۔ پورو ممامس میں خود وید ہی موضوع بحث ہیں، اور ویدک احکامات تصوّرات کے میدان سے باہر قدم رکھنا غیر ضروری بلکہ غلط ٹھیرایا گیا ہے۔ برخلاف اتر ممامس میں اپنشدوں اور بھگوت گیتا پر زیادہ توجہ کی گئی ہے، اور وید کسی قدر نظر انداز کیئے گئے ہیں۔

254

آریوں کی مذہبی رسوم جب پیچیدہ ہونے لگیں، اور اس بارے میں اختلافات پیدا ہوئے کہ انہیں ادا کرنے کا کونسا طریقہ صحیح ہے تو عالموں میں بحثیں بھی ہونے لگیں، اور انہی کا ایک نتیجہ پورو ممامس کی شکل میں ظاہر ہوا۔ نیایہ فلسفے کی ابتدا بھی اسی طرح پر ہوئی، مگر اس کا تعلق رسم اور قانون وغیرہ سے نہیں تھا۔ پورو ممامس خالص "شرعی" مسائل کی بحث تھی، اور اس میں فلسفہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنے والوں کے لئے اُس کے پاس کوئی پیغام نہیں ہے ۔

معاشرتی اور سیاسی مسائل کے متعلق بودھ خاموش ہے ۔ مثلاً اُس نے راعی اور رعایا کے تعلّقات کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا اُس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ گورنمنٹ کی شکل کیسی ہونی چاہیئے یا مختلف اقوام کے رشتہ کو استوار کرنے کے لئے کیا قوانین جاری کرنے چاہیئیں یا سرمایہ دار اور مزدور کے جھگڑے کو کیسے نپٹنا چاہیئے ۔

پھر بودھ نے تعلیم کو مروّج کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا ۔ بلکہ وہ اُسے ایک بیگار تصوّر کرتا تھا جس کو صرف برداشت کیا جا سکتا ہے اور جس کی سرپرستی نہیں کی جا سکتی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کی وفات کے معاً بعد کئی راہبانہ فرقے بن گئے جنہوں نے سوائے مذہبی تعلیم کے باقی تمام علوم کی حوصلہ فرسائی کی ۔

علاوہ ازیں بودھ نے اپنی ریاضتوں کا کوئی قابلِ وثوق ضابطہ نہیں چھوڑا جس کی وجہ سے اُس کے پیروکار دو فریق میں بٹ گئے یعنی مہایان اور ہنایان ۔ اور اُن کے درمیان اپنے پیشوا کی حقیقی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے اسقدر اختلاف ہُوا کہ اشوک اور کنشک جیسے بودھی شہنشاہوں نے ضرورت محسوس کی کہ وہ بودھی مجالس منعقد کر کے اُس کی اصل تعلیمات اور احادیث کو اکٹھا کریں ۔

پھر ایک عامی کے نزدیک عدم تشدّد کا نظریہ قابلِ عمل و قابلِ پذیرائی نہیں ۔ دراصل قیامِ امن و دفاع کے لئے تشدّد بھی کسی حد تک ضروری ہو جاتا ہے ۔

لیکن ہمیں بودھ کے متعلق اپنی تنقید میں یک طرفہ اور جلد باز نہیں ہونا چاہیئے ۔ اس مذہب کے صحائف پڑھنے سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت بودھؑ کوئی شرعی نبی نہیں تھے بلکہ اُن کی وُہی حیثیت ہے جو حضرت سلیمانؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تھی یعنی وہ ظلّی نبی تھے اور اُنہوں نے سری کرشنؑ کی تعلیمات کو اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ۔

بودھ کے پاس حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرح کوئی عالمگیر پیغام نہیں تھا کیونکہ ابھی اِس کا وقت نہیں آیا تھا ۔ بلکہ وہ صرف آریہ ورت کے لئے مبعوث کیئے گئے تھے ۔ یہ الگ بات ہے کہ اُن کے شاہی متبعین نے دیگر ممالک کو بھی مشنری بھیجے ۔

بودھ مت دراصل برہمن مت کے خلاف ایک ردِّ عمل یا احتجاج تھا اور اُس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجبوراً شامل کیا گیا، کیونکہ ان مروّجہ نظریوں پر جو ویدک تعلیم کے خلاف معلوم ہوتے تھے کوئی نہ کوئی رائے دینا ناگزیر تھا۔ جے سی کا ممامس سوتر، جو ۲۰۰ ق م کے قریب ہُوا ممامس کے ایک فرقے کی تعلیم کا خلاصہ ہے، اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دوسروں کے عقائد کیا تھے۔ ممامس سوتر کی شابر نامی ایک عالم نے شرح لکھی، اور کمارل، جنوبی ہندوستان کے ایک عالم نے اسے نوی صدی میں ایک مکمّل فلسفہ حیات کی شکل دی۔ پورو ممامس کی مستند تشریحیں موجودہ ہندو نظام حیات، مذہبی رسوم اور قوانین کے متعلق سب سے معتبر کتابیں ہیں۔

اتر ممامس ویدانت کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اس فلسفہ کا خاکہ سب سے پہلے برہم سوتر میں ملتا ہے، جس کا مصنّف بادرائن تھا۔ بادرائن جے سی نی کا ہمعصر تھا، مگر ویدانت فلسفہ نے اسی وقت نمایاں حیثیت حاصل کی جب شنکر آچاریا نے اس کی تبلیغ شروع کی۔ شنکر آچاریا مالابار میں آٹھویں صدی کے آخر میں پیدا ہوئے، ان کے پہلے استاد گووند نامی ایک عالم کے شاگرد بن کر اور پھر انہوں نے بنارس میں تعلیم پائی۔ ویدانت فلسفے کی تبلیغ کے لئے وہ تمام ہندوستان میں مناظرے اور مباحثے کرتے ہوئے پھرتے رہے، اور ان کی شخصیت اور لیاقت کا اتنا اثر ہُوا کہ لوگ انہیں شیو کا ایک اوتار ماننے لگے، ان کے پیروؤں کا ایک الگ فرقہ بن گیا، اور ان کے روحانی جانشینوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو اَب تک قائم ہے۔

شنکر آچاریا کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ حقیقت بحث مباحثے اور منطق کے ذریعے سے معلوم نہیں کی جا سکتی، حقیقت سے روشناس کرنے کا واحد ذریعہ الہامی کتابیں ہیں، جو کبھی غلط نہیں ہو سکتیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ ہم انہیں سمجھنے میں غلطی کریں، اور اس لئے ہمیں یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ ہمارے نظریئے اور عقاید ان کتابوں کی تعلیم کے مطابق ہیں یا نہیں۔ الہامی کتابوں میں شنکر آچاریا ویدوں اور بھگوت گیتا کو خاص مرتبہ دیتے تھے، لیکن جب پورو ممامس کے معتقدوں نے شنکر کے خلاف یہ دلیل پیش کی کہ ویدوں میں کوئی فلسفہ نہیں بیان کیا گیا ہے، صرف نیک اور کامیاب زندگی بسر کرنے کی تدبیریں بتائی گئی ہیں، تو انہوں نے مقدّس کتابوں کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا، ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ، ایک کا مقصد ان لوگوں کو ہدایت دینا تھا جو دنیا میں اپنی بھلائی چاہتے تھے اور جن کے دلوں میں بڑے حوصلوں کے لئے جگہ نہیں تھی، دوسرا عالی ظرف لوگوں کے لئے تھا جو حقیقت سے روشناس ہونا اور نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ویدوں کے برہمن، جن میں رسموں اور قربانیوں اور دیوتاؤں کو راضی رکھنے کی ترکیبیں بتائی گئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھیں شنکر کے خیال میں ویدوں کا ادنیٰ حصّہ تھے، اپنشدان کا اعلیٰ حصّہ، اور فلسفی اور مکتی کے آرزومند کو صرف اپنشدوں سے ہدایت کی توقع رکھنا چاہیئے۔ وہ اگر مذہبی رسموں اور دیوتاؤں کی پرستش کو چھوڑ بھی دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

شنکر کے فلسفے کا لب لباب یہ تھا کہ کائنات برہمن کا مظہر ہے، اور اس کا بذات خود کوئی وجود نہیں وہ مایا یعنی ذہن اور نظر کا ایک فریب ہے۔ برہمن کامل وجود، کامل شعور اور کامل "آنند" ہے، اس سے زیادہ ہم اس کی تعریف نہیں کر سکتے، اور اپنشدوں میں بس اتنا ہی بتایا گیا ہے۔ اپنے اس تصوّر کو صحیح ثابت کرنے کے لئے شنکر آچاریا نے تمام اپنشدوں اور بھگوت گیتا کی شرحیں لکھیں، ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ منطقی دلیلوں سے اپنے فلسفے کی مورچہ بندی کریں، وہ سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے دکھا دیا کہ ان کی تعلیم وہی ہے جو اپنشدوں اور بھگوت گیتا کی تو پھر اور کسی ثبوت یا سند کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن وہ بہت سی بحثوں سے پہلو بچا نہیں سکے، اور ان کے فلسفے پر مجموعی حیثیت سے بُدھ متیوں کا بہت گہرا اثر پڑا، جس کی وجہ سے بعض نقادوں نے ان پر درپردہ بُدھ متی ہونے کا الزام لگایا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ کہ وہ کوئی نیا خیال نہیں پیش کر رہے ہیں بلکہ اپنشدوں کا صحیح مطلب سمجھا رہے ہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اپنشدوں میں سانکھیا فلسفہ کا بنیادی نظریہ کہ مادہ کا وجود روح سے جُدا ہے اور مادہ بھی ابدی ہے، بلاشبہ ملتا ہے، بادرائن کے برہم سوتر میں برہمن کی حیثیت خدا کی سی بتائی گئی ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ جو کچھ ہے وہ برہمن کا مظہر ہے۔

شنکر آچاریا کے پیروؤں کے علاوہ ویدانت کے چند فرقے اور بھی ہیں۔ رامانج آچاریا (۱۱۷۵-۱۲۵۰) اس اعتبار سے ویدانتی تھے کہ وہ الہامی کتابوں کو حرف بحرف صحیح مانتے تھے، اور انہوں نے بھی اپنے عقائد کو صحیح اور الہامی کتابوں کی تعلیم کا عین مطلب ثابت کرنے کے لئے اپنشدوں اور بھگوت گیتا کی تفسیریں لکھیں۔ لیکن وہ دویت تھے، یعنی روح اور مادہ کو جُدا اور خاصیت کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد سمجھتے تھے۔ دھرم اور رسمی مذہب کی ان کے فلسفے میں بھی کوئی خاص قدر نہیں تھی، وہ علم اور عقل کو مذہبی معیار قائم کرنے کے لئے ضروری، بلکہ اس کے مقابلے بھگتی، یعنی اپنے معبود سے محبّت کرنا اور اس کے عشق میں مست رہنا عبادت کا بہترین طریقہ اور مکتی کا بہترین ذریعہ مانتے تھے۔ چونکہ وہ وشنو اور اس کے اوتاروں شری کرشن اور رامچندر جی سے خاص لگاؤ رکھتے تھے

255

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور انہیں کی عبادت ان کی عبادت تھی۔ اس لئے رامانج کے پیرووں کا فرقہ ویشنو کہلاتا ہے، رامانج کے بعد دو اور رہنما ہوئے جو دویت اور بھگتی کے بڑے معتقد تھے، مادھو آچاریا (۱۱۹۷-۱۲۷۵) اور وللبھ آچاریا (۱۴۷۸-۱۵۳۰)۔ ان دونوں کے پیرووں کے بھی الگ فرقے بن گئے جو مادھو آچاری اور ولبھ آچاری کہلاتے ہیں۔

ویشنو بھگتوں کے عقائد عام اسلامی عقائد اور خصوصاً تصوّف سے کسی قدر مشابہ ہیں۔ اور چونکہ ویشنو فرقوں کو آہستہ آہستہ بہت فروغ ہوا، اس لئے مسلمانوں اور ہندوؤں میں مفاہمت اور مذہبی ربط ضبط کی بھی ایک صورت نکل آئی۔ مسلمانوں کے آنے کے بعد سے ہندوؤں میں جو مذہبی تحریکیں ہوئیں ان میں سے بیشتر میں مسلمانوں کے عقائد اور خاص فلسفہ حیات کی جھلک آتی ہے ٭

خدا کے ہولناک دن

(۱) "دنیا کی موجودہ حالت کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ تمام اقوام کی مصیبت سرعت سے ترقی کر رہی ہے۔ اور عالمگیر انقلاب کی دھمکی دیتی ہے۔ کسی ایک قوم کی تباہی لانے کے سامان نہیں۔ بلکہ کل دنیا کی ہلاکت نظر آرہی ہے"

(سر جارج سپشل)

(۲) "بیکاری و کساد بازاری سے مجبوری کی انتہائی حالتِ یاس۔ ماحول کے اثرات اور بھیڑ چال جبلّت نے مل ملا کر ایسے واقعات کا ایک سلسلہ رونما کر دیا ہے۔ اور ایسی عام رو پیدا کر دی ہے۔ جو اب کسی فردِ بشر کسی حکومت اور کسی ملک کے بس کی نہیں" (مسٹر نٹیگ نارمن)

(۳) طوفانِ نوح کے وقت سے اب تک شاذ ایسی خطرناک اور وسیع الاثر حالت کبھی رونما نہیں ہوئی" (دیپائے یادم)

(۴) گذشتہ جنگ میں ہم نے ان تباہیوں اور قتل عام کے مقابل جو نئی جنگ میں ہمارے منتظر ہیں کچھ نہیں دیکھا"

پروفیسر کیٹن)

(۵) "موت اور بربادی کے سامان جو سائنس کے ذریعہ تیار کئے جا رہے ہیں۔ ان کو نئے الہام کی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ آگ اور زہر کی بارش شہروں پر برسیگی" (ایڈیٹر لنڈن آبزرور)

غرض گذشتہ دس اور آٹھ سال کے اندر وہ تغیر آیا ہے۔ کہ بقول مسٹر۔ ایچ۔ جی ویلس "یورپین تہذیب سرعت کے ساتھ پاش پاش ہو رہی ہے۔ اور لازم ہے کہ ہم نوح کے زمانہ کی طرح جبکہ طوفان آیا تھا۔ اپنے گرد و پیش کی بربادی سے بچنے کے لئے "کشتی نوح" بنائیں"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟ ہرگز نہیں

اگر یہ سچ ہے۔ کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا۔ تو کارلائل کے اس سوال کا کیا جواب ہے کہ "اگر محمدؐ نے تیغ زن سپاہیوں کے زور سے اسلام کو پھیلایا۔ تو پہلے ان تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار سے مسلمان بنایا"۔ اس اصول کی بنا پر تو چاہیئے تھا۔ کہ ان ملکوں میں اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا۔ جہاں تلوار نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے۔ کہ ملک حبش پر مسلمانوں نے اس کے اس احسان کے بدلہ میں کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ کہ اس نے ایک دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام میں مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ تاہم آج وہاں نصف آبادی مسلمان ہے۔ افریقہ کے ان خطوں میں جہاں مسلمان سپاہیوں کا گذر بھی نہیں ہُوا تھا۔ وہاں حلقہ بگوشانِ اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے؟ چین پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی۔ مگر تین چار کروڑ مسلمان وہاں کہاں سے آگئے؟ جزائر ملایا۔ مسلمان سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ مگر آج وہاں چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہو گئے؟ سیام انام اور مشرقی اقصٰے کے دوسرے ملکوں اور جزیروں میں جہاں کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہیں پہنچا۔ اسلام کا اقدام وہاں کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی۔ ان پر تلوار کس نے چلائی۔ اور ان کو مسلمان بنایا؟

ہندوستان

دوسرے ملکوں کو جانے دو۔ خود ہندوستان کو لو۔ یہاں اسلامی فتوحات کا سیلاب درۂ خیبر سے ہو کر آیا۔ اور پنجاب سے آسام تک پہنچ گیا۔ مگر درحقیقت ان کی قوت کا مرکز صوبہ آگرہ۔ دہلی اودھ بہار اور دکن رہا۔ مگر دیکھو کہ یہ وہ مقامات ہیں۔ کہ جہاں آج بھی مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے۔ یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہاں ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے۔ برخلاف اس کے جہاں ان کا اقتدارِ حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا۔ وہاں وہ حیرت خیز کثرت رکھتے تھے۔ بنگال۔ کشمیر اور سندھ جیسے دوردست اطراف میں ان کی تعداد اپنے ہمسائیوں سے مافوق ہے۔

دکن پر ہمیشہ مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی۔ اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتیں معاصرانہ قائم ہوئیں۔ اور اس وقت بھی دکن کے بڑے رقبہ پر ایک اسلامی

256

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلطنت حکمران ہے۔ تاہم وہاں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے۔ سب اہل تاریخ مانتے ہیں۔ کہ راجپوتانہ کی ریاستوں کو کلی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کر سکا۔ انگریزوں کے عہد تک وہاں کے ہندوؤں کے ہاتھوں میں مسلمان بادشاہوں کے مقابلہ کے لئے تلواریں تھیں۔ مگر بایں ہمہ وہاں کی کوئی ریاست آج ایسی نہیں۔ جہاں تھوڑے بہت مسلمان نہ ہوں۔ سیلون اور برہما پر کبھی مسلمانوں نے قبضہ نہیں کیا۔ مگر وہاں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو۔ انگریزی عہد کے "پرامن زمانہ" کو سامنے لاؤ۔ جب ہندوستان میں مسلمانوں کی "بے نیام تلوار" ہمیشہ کے لئے کند ہو گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی بعد کی پہلی مردم شماری سے لے کر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہر دہ سالہ تعداد کو دیکھو۔ کہ مسلمان ستر اسّی برسوں میں پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب پہنچ گئے۔ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی۔ ۱۹۰۱ء میں ۶ کروڑ ۲ لاکھ ہو گئی۔ اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں ۶ کروڑ ستر لاکھ ہو گئی۔ تیس برس کے عرصہ میں ایک کروڑ مسلمان کس محمود اور عالمگیر کی فتوحات ہیں۔ اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ میں نئے مسلمانوں کا جو اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے؟ (سید سلیمان صاحب ندوی)

فلسطین میں یہود کا داخلہ

سید سلیمان صاحب ندوی صدر منتخب نے اپنے خطبہ صدارت میں پڑھا کہ:۔

تاریخ کے ناظرین سے یہ پوشیدہ نہیں کہ یہ فلسطین کی سرزمین عمونیوں، موآبیوں اور آرامیوں کا قدیم وطن تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے عراق سے ہجرت کر کے شام کے ملک میں قدم رکھا تو خدا نے ان کو یہ زمین دکھلائی جس میں شہد اور دودھ کی نہریں بہتی تھیں اور وعدہ فرمایا کہ اگر تمہاری اولاد شریعت کے صراط مستقیم پر قائم رہی تو میں یہ ملک انہیں بخشوں گا۔ حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتے حضرت یوسفؑ کو تقدیر نے کنعان سے مصر پہنچا دیا۔ اور یہ خاندان اپنے ملک سے ہجرت کر کے مصر چلا گیا۔ اور ساڑھے تین سو برس تک وہاں رہا۔ اتنے دنوں میں وہ خاندان سے بڑھ کر قوم بن گیا۔ تو حضرت موسیٰؑ اس کو مصر سے پھر شام لائے اور اس سرزمین پر تسلّط حاصل کرنے کے لئے کوشش فرماتے رہے جس کا وعدہ خدا نے ان کے بزرگوں سے فرمایا تھا۔ یہ مہم چالیس برس کے بعد کامیاب ہوئی۔ اور کئی برسوں کے بعد حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں حکومت بنی اور حضرت سلیمانؑ نے اس پر شہنشاہی کی۔

خدا کا وعدہ ابراہیمؑ کی اولاد سے تھا۔ جن میں بنو اسمٰعیل اور بنو اسحاق دونو داخل تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور یہ وعدہ ایک شرط کے ساتھ مشروط تھا۔ یعنی وہ جب تک خدا کی تابعداری کرتے رہیں گے یہ زمین ان کی وراثت رہے گی اور جب وہ اس سے سرتابی کریں گے تو ان سے چھین لی جائے گی۔

کس کو معلوم نہیں کہ تاریخ نے کتنی دفعہ اس وعدہ کے دو نو رُخوں کا اعادہ کیا ہے۔ بنوخذ نضر (بخت نصر) نے بیت المقدس کو تباہ کیا۔ اور بنی اسرائیل کو فلسطین سے عراق میں منتقل کر دیا۔ صدیوں کے بعد ایرانیوں نے بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔ اور ان کو ان کے ملک میں جانے کی اجازت دی کچھ لوں کے بعد یونانیوں اور رومیوں نے ان سے لے لی۔ اور بنی اسرائیل کی باجگزار ریاست یہودیہ ختم ہو کر رومیوں کی سلطنت میں مدغم ہو گئی اور آخر مشرقی رومیوں کے بپتسمہ پانے کے بعد فلسطین اور اس کا بیت المقدس عیسائی کلیسیا کی صورت منتقل ہو گیا۔ حضرت مسیحؑ کے چھ سو برس بعد ابراہیمؑ کی وہ اولاد جو اسحاق کی نسل سے تھی۔ اس ارض موجودہ کی تولیت سے ہمیشہ کے لئے معزول کی گئی۔ اور اس کی جگہ اسماعیل کی اولاد کو محمد رسول اللہ صلعم کے زیر سایہ اس کی ابدی تولیت سپرد کی گئی۔ چنانچہ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اسلام کا عَلَم اسکی چوٹیوں پر بلند ہو گیا۔ اور خلیفہ وقت نے مدینہ سے بیت المقدس تک چل کر شہر کی کنجیاں اپنے ہاتھوں میں لیں۔ اس وقت سے لے کر تیرہ سو برس تک مسلمانوں نے اس امانت کی حفاظت جس طرح اپنے خون کے دریا اور اپنی لاشوں کے حصار سے کی وہ تاریخ کا یادگار واقعہ ہے"

اسپر ہم صرف اتنا زیادہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جب یہ فلسطین کے متعلق وعدہ خداوندی اس ایک شرط سے مشروط تھا جب تک خدا کے فرمانبردار رہینگے یہ زمین اسمٰعیلیوں کی وراثت رہیگی تو محرومی کی اصل وجہ پر نظر کر کے اس کا تدارک کرنا چاہیئے۔ جو نتیجہ پہلے مسیحؑ کے انکار کا تھا وہی نتیجہ مسیحؑ کی آمد ثانی پر اس کے انکار سے ہونا لازمی ہے۔ نیز سورۂ بنی اسرائیل کی آیت قرآنی وقلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاٰخرۃ جئنا بکم لفیفا میں جو پیشگوئی ہے اس کو بھی پورا ہونا ہے۔ پس یہود کے داخلہ و غلبہ پر رنج ہونا تو لازمی امر ہے اور اس کے لئے جدوجہد بھی ضروری ہے۔ مگر محض برطانیہ پر الزام لگانا تو ٹھیک نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ امر ازل سے مقدّر ہے کہ یہود یروشلیم کے علاقہ میں قریب زمانہ قیامت جمع کر دئے جائیں گے +

غلط خیال

"ہندوستان ہندوؤں کا ہے"

ان دنوں بعض ہندو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ "ہندوستان ہندوؤں کا ہے"

یہ درست ہے کہ ہندوستان میں ۲۵ کروڑ ہندو رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی درست ہے کہ یہاں پر ۱۰ کروڑ غیر ہندو بھی رہتے ہیں۔ جس وقت مغلوں نے ہندوستان پر حملہ

257

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گیا تھا۔ تب تو شائد یہ نعرہ جائز ہو سکتا تھا کہ "ہندوستان ہندوؤں کا ہے"۔ مگر اب تو ۱۰ کروڑ غیر ہندوؤں کی موجودگی میں یہ کسی طرح بھی جائز نہیں مانا جا سکتا۔

اس نعرہ کے ہمخیال ہندو اصحاب کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ ہندو اسوقت یہاں آئے جب دوسری کسی قوم نے یہاں پاؤں بھی نہ رکھا تھا۔ اس لئے ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ میرے خیال میں یہ دلیل غلط ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر اُس کی رُو سے ہندوستان تو گونڈ بھیل اور بعض دیگر کہلانے والی "اچھوت" اقوام کا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ بات ہے کہ پہلے یہاں گونڈ۔ بھیل اور بعض دیگر کہلانے والی "اچھوت" اقوام آباد تھیں۔ پھر ہندو یہاں آکر آباد ہوئے۔ چونکہ ہندو دماغی لحاظ سے اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے گونڈ بھیل کو بھگا دیا اور دیگر "اچھوت" اقوام کو ذلّت کے اس درجہ تک پہنچا دیا۔ اور پہنچا دیا ہُوا ہے۔ کہ اُن کا اکثریت میں اب اُبھرنے کا جذبہ ہی قریباً معدوم ہو چکا ہے۔ اب جب ہندو لوگ۔ گونڈ۔ بھیل وغیرہ کے بعد آکر اور ہندوستان میں کچھ عرصہ رہ کر اُس کو اپنا وطن بنا سکتے ہیں۔ تو پھر مسلمان یہاں بہت عرصہ سے رہنے کی وجہ سے اُس کو اپنا وطن کیوں نہیں بنا سکتے۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں سے تقریباً ۹۰ فیصدی ہندو ہیں۔ کیونکہ ایک وقت میں اُن کے آبا واجداد ہندو تھے۔ اور وہ بعد میں تبلیغ کے ذریعہ مسلمان بنائے گئے اور باقی کے ۱۰ فیصدی مسلمانوں کے متعلق میرا یہ خیال ہے۔ کہ وہ بیشک عرب سے آئے تھے۔ مگر اب اُن کا ملک کے لحاظ سے تعلق عرب سے نہیں رہا۔ بلکہ ہندوستان سے ہو گیا ہے۔ اس لئے اب یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ کہ یہ ۱۰ فیصدی مسلمان بھی اب ہندوستانی ہی بن گئے ہیں۔ باقی رہیں دیگر چھوٹی چھوٹی اقوام مثلاً ہندوستانی عیسائی اور پارسی وغیرہ۔ اوّل الذکر تو ہندوستان کے ہی رہنے والے ہیں۔ اور مؤخر الذکر گو پہلے ایران سے آئے تھے۔ مگر اب ہندوستان میں عرصہ دراز کی بود و باش رکھنے کی وجہ سے وہ پورے ہندوستانی بن چکے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہُوا۔ کہ ہندوستان مسلمانوں۔ پارسیوں اور ہندوستانی عیسائیوں کا بھی اُسی طرح سے ہی وطن ہے۔ کہ جس طرح سے وہ ہندوؤں کا وطن ہے۔ پس اس سارے بیان سے ثابت ہُوا کہ یہ کہنا کہ "ہندوستان ہندوؤں کا ہے" سچّائی سے بعید ہے۔ سچّائی سے بعید ہونے کے علاوہ یہ خیال بہت نقصان دہ بھی ہے۔ (ہری چند بھنتہ۔ سنیہ دیو سمیاد)

اسلامیان یوگوسلاویہ

یوگوسلاویہ کی آبادی کا بیشتر حصہ اگرچہ جرمن، البانوی ترکی، رومانوی اور دوسرے غیر ملکی لوگوں پر مشتمل ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاہم اصلی باشندوں کی مجموعی تعداد ایک کروڑ بتیس لاکھ کے قریب ہے۔ جن میں بیس لاکھ مسلمان ہیں۔

اسی ملک میں مسلمانوں نے پندرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں وطنیت اختیار کی تھی۔ یہ لوگ آبادی کے لحاظ سے مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کی زبان یوگوسلاوی ہے۔ لیکن مدارس میں عربی تعلیم ہونے کی وجہ سے پڑھے لکھے لوگ عربی میں بھی بات چیت کر سکتے ہیں۔

یوگوسلاوی مسلمان من حیث المجموع حنفی المذہب ہیں۔ حکومت یوگوسلاویہ کی طرف سے دسمبر ۱۹۳۱ء میں مذہبی آزادی کا جو اعلان کیا گیا۔ اس کی رُو سے مسلمانوں کو دینی معاملات میں کامل خودمختاری مل گئی ہے۔

مسلمانوں کے مذہبی لیڈر کو شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ جس کا انتخاب ہر سال رائے عامہ کے مطابق بلگراڈ کی مسجد بابرقلی میں ہوتا ہے۔ اور منتخب شیخ الاسلام کی باقاعدہ حکومت کی طرف سے تصدیق ہوتی ہے۔

ہیئت اجتماعیہ

اسلامیان یوگوسلاویہ کی ملک میں کئی انجمنیں ہیں۔ جو مختلف خدمات انجام دیتی ہیں ان انجمنوں میں سے ایک خاص مجلس اوقاف کی خدمت و نگرانی کے لئے ہے۔ ایک اور بہت بڑی مجلس ہے۔ جو مسلمانوں کے بچّوں کی تعلیم و تدریس کا انتظام کرتی ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانوں کو مکمّل خودمختاری حاصل ہے۔

مسلمانان یوگوسلاویہ موجودہ دَورِ بیداری میں ہر لحاظ سے قابل تعریف ہیں۔ ان کی مذہبی، اقتصادی، اجتماعی اور شہری حیثیت تمام اقوام میں قابل احترام ہے۔ تمام شہری
258 خوبیوں کے باوجود ان کی مردانگی و شجاعت بھی قابل تسلیم ہے۔ انہوں نے جنگ عظیم میں دلیرانہ خدمات انجام دیکر اپنی بہادری نمایاں کرلی ہے۔ جس مغربی یا مشرقی قوم کو اسلامیان یوگوسلاویہ سے واسطہ پڑا ہے۔ اس کو ان کی علمیت، سخاوت اور مروّت کا علانیہ اعتراف کرنا پڑا۔

تعلیم و تدریس

جن مدرسوں میں مسلمان بچّے اور بچّیوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کی تعداد سینکڑوں ہے۔ ابتدائی تعلیم میں عربی زبان سکھائی جاتی ہے اور قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔ متوسط تعلیم کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نصاب، فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، عربی اور تاریخ تمدن اسلام پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں جدید علوم کا بھی درس دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ مدارس میں قضات اور شریعت کے اعلیٰ امور کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان مدارس کے فارغ التحصیل قضات وکالت اور دوسرے جلیل الشان منصبوں کے حقدار ہوتے ہیں۔

شرعی محکمہ

ہر پنج ہزار مسلمانوں کے لئے ایک شرعی محکمہ ہے۔ اور دو محکمے ہیں۔ جن کی مرکزی حیثیت ہے جو "ربوسنہ" اور "اسکوپلی" میں ہیں۔

مسلمانوں کے بچے فنون مروجہ کی تکمیل بلگراڈ اور لیوبلیانہ کے مدارس فنون میں کرتے ہیں۔ جو ذہانت کے اعتبار سے کسی قوم کے بچوں سے کم درجہ نہیں رکھتے۔ اس سبب سے مسلمان حکومت کے بڑے عہدوں پر متمکن ہیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر درویش عمر مینج اور ڈاکٹر محمد سباہو کو لیجئے یہ دونو مسلمان علی الترتیب وزیر صحت عامہ اور وزیر مالیات رہ چکے ہیں۔ چند شہروں میں میونسپلٹیوں کے صدر بھی مسلمان ہیں۔ اس سلسلہ میں مراد بیگ ذعیمو فبیج کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے۔ جو "ٹولار" کی میونسپلٹی کا صدر رہے۔

عمومی ترقی

یوگوسلاویہ پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے تیس نمائندے ہیں۔ جن کی رائے خاص اہمیت کے ساتھ سنی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی قوم کے اعتماد اور ذاتی قابلیت کے لحاظ سے قابل اعتبار ہیں۔ مسلمانوں کے اس قدر نمائندے مجلس منندہ بین حکومت میں ہیں۔

اپنے قومی حقوق کی حفاظت کے لئے اسلامیان یوگوسلاویہ نے متعدد اخبار جاری کر رکھے ہیں۔ جن میں سے "عالم اسلام" "غیرت" اور الکلمۃ العمرہ خاص شہرت رکھتے ہیں۔ تمام اخبارات ملکی زبان میں شہر سراجیفو سے شائع ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے متعدد علمی رسالے بھی ہیں۔ اور ہر شہر میں مسلمانوں کا اپنا چھاپہ خانہ ہے۔ جن میں سینکڑوں کتابیں ماہانہ چھپتی ہیں۔ یوگوسلاویہ کے مسلمان مصنف ملکی تصنیفات کے علاوہ عربی کے تراجم بھی بکثرت شائع کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مساجد اللہ

یوگوسلاویہ میں مسجدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ صرف شہر سراجیفو میں دو ہزار مسجدیں موجود ہیں۔ اگر کوئی مسافر اس شہر میں چلا جائے۔ تو قدم قدم پر مسجد دیکھ کر اس کو گمان ہوگا۔ کہ یہ شہر خالص اسلامی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی آبادی نصف سے زیادہ نہیں۔

مسجدوں میں مسجد بیجوفا خاص شہرت رکھتی ہے۔ بڑے بڑے گنبدوں اور دلکش نقش و نگار نے اس کا احترام بڑھا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ مسجد غازی خسرو بھی صناعی کا بہترین نمونہ ہے۔ غازی خسرو بہت بہادر اور شجاع تھا۔ اس نے یوگوسلاویہ فتح کیا تھا۔ مسلمان اپنے شیر دل قاید کی یاد میں ہر سال ایک مجلس منعقد کرتے ہیں جس میں وطنی اکابر کے علاوہ اسلامی ممالک کے نمائندے بھی شریک ہوتے ہیں۔

اسلامیان یوگوسلاویہ مذہبی و وطنی فرائض کی ادائیگی میں خاص شغف رکھتے ہیں۔ وطن کی ترقی اور قوم کی فلاح کے لئے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ (زمیندار)

جلسہ دسمبر پر آنے والے اصحاب

مہربانی فرما کر بقایا داران ریویو اُردو اپنا بقایا اور خوش معاملہ خریداران پیشگی چندہ بابت ۱۹۳۷ء ادا فرما کر ممنون فرمائیں اور نئے خریدار بنائیں۔ فہرست مضامین سالانہ جنوری کے رسالے کے ساتھ شائع ہوگی۔

وصیّت

ع ۴۶۳۷ منکہ مہتہ عبد الرزاق قادیانی ولد بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی ساکن قادیان عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۳۶ ۱ کو حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ اس وقت میری ماہوار آمد بیس۲۰ روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصّہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد مہتہ عبد الرزاق قادیانی

گواہ شد
عبد الرحمٰن قادیانی بقلم خود

گواہ شد
فضل حسین مینیجر بک ڈپو قادیان

259

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک دیرینہ ضرورت کو پورا کرتے ہوئے کرشن کے دین کو تمام اُن گندگیوں سے پاک وصاف کیا جو امتدادِ زمانہ سے اُس میں جمع ہو گئی تھیں۔

لیکن جہاں بودھ مت ناکام رہا وہاں اسلام کو کامیابی ہوئی۔ اسلام کا منتہی المقصود نہایت شاندار ہے اور بڑے بڑے منکرین کی روحانی پیاس بھی بجھانے پر قادر ہے۔ اسلام صرف چند اخلاقی اصول پیش کر کے ٹھیر نہیں جاتا بلکہ بہت بلند جاتا ہے۔ اُس نے اپنے متقین کو سکھایا ہے کہ کس طرح الٰہی صفات اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں اور کس طرح اِس حد تک بدی سے بچنا چاہیئے کہ انسان بالکل خدا تعالیٰ میں محو ہو جائے اور کوئی دُنیا کی ہَوا و حرص اُس کو ڈگمگا نہ سکے۔ اسلام نے ہمیں طریق بتایا ہے کہ کس طرح ہم خدا تعالیٰ کے ظِلّ ہو سکتے ہیں اور اُس میں فنا ہو سکتے ہیں جو نمونہ اُس نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ اکمل ترین اور قابلِ قدر ہے چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ تمھارے لئے رسولِ خدا کا نمونہ بہترین ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ تو دوسرے "روحانی پیشواؤں" کی طرح خدا تھے اور نہ آسمانی باپ کے اکلوتے بیٹے بلکہ ہماری طرح ایک انسان تھے۔ لیکن وہ انسانیت کے بہترین مظہر تھے اور ان کی حیثیتیں مختلف ہیں۔ مثلاً وہ باپ بھی ہیں بیٹے بھی خاوند بھی بادشاہ بھی مصنّف بھی تاجر بھی مقروض بھی قرض خواہ بھی۔

جو نقشہ اسلام نے ہماری زندگی کا طیار کیا ہے وہ ہر قسم کی سوسائٹی کے لئے مناسب حال ہے۔ اُس نے ہمارے سامنے سیاست۔ اخلاق اور معاشرت کا بہترین آئین پیش کیا ہے جو غیر لچکیلا نہیں بلکہ برنارڈ شا کے الفاظ میں حد درجہ ڈھیلا ہے۔

جو قوانین یورپ آج وضع کر رہا ہے وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس قبل مدوّن اور بیان فرما دیئے تھے۔ اور اشتراکیت۔ ممانعتِ شراب۔ آزادیٔ نسواں۔ مزدور اور سرمایہ۔ جمیعۃ الاقوام کی تنظیم وغیرہ کے متعلق ہماری رہنمائی فرمائی تھی جہاں خدا اور حیات بعد ممات جیسے ابتدائی مسائل کے متعلق بُدھ خاموش ہے وہاں اسلام نے ان پر مفصّل روشنی ڈالی ہے اور اِس طریق پر ہماری رہنمائی کی ہے کہ ہم بے اختیار اپنے مولیٰ کے آگے سربسجود ہونے کے لئے طیار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت بُدھ بے شک اپنے زمانہ کے بہترین ہادی اور رہنما تھے۔ لیکن اب اُن کی تعلیمات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خریداران بیرونِ ہند

مفصلہ ذیل خریداران اُردو ریویو کے نام رسالہ جاری ہے۔ اور ان کا چندہ جس تاریخ سے ختم ہے وہ بھی درج کر دی گئی ہے۔ براہ مہربانی اپنے اپنے ذمے کا چندہ سالانہ بذریعہ پوسٹل آرڈر بغیر کراس مارک یا بذریعہ محاسب جلد تر بھجوا دیں کئی دو دو سالہ سہ سہ سالہ بقایا داران ہیں جن کے نام سے رسالہ مجبوراً بند کرنا پڑا۔ وہ بھی مہربانی فرما کر چندہ بقایا ارسال فرمائیں۔ (مینیجر)

نمبر خریداری	نام	کب چندہ ختم ہوتا ہے
۸۳۱	جناب قاسم منگیا صاحب نہرو	جون ۱۹۳۴ء
۱۰۵۰	جناب محمد عالم صاحب گڈس ایجنٹ	دسمبر ۱۹۳۴ء
۱۲۸۲	جناب ایم محمد یوسف صاحب	دسمبر ۱۹۳۵ء
۱۴۴۳	جناب سلیمان ہولاس	دسمبر ۱۹۳۳ء
۱۵۳۰	جناب محمد بشیر خاں صاحب کلرک	دسمبر ۱۹۳۴ء
۱۵۶۷	ڈاکٹر ایم ایس نواز خاں صاحب	فروری ۱۹۳۵ء
۱۹۰۲	حاجی عبد اللطیف صاحب	مارچ ۱۹۳۶ء
۱۹۰۴	بابو غلام محمد صاحب	مئی ۱۹۳۴ء
۱۹۵۶	ڈاکٹر بی ڈی احمد صاحب	ستمبر ۱۹۳۴ء
۲۰۰۱	ڈاکٹر احمد الدین صاحب	دسمبر ۱۹۳۵ء
۲۰۱۵	جناب سکرٹری صاحب احمدیہ ایسوسی ایشن دار السلام	فروری ۱۹۳۵ء
۲۲۸۰	سیٹھ عبد اللطیف اسمٰعیل صاحب	اپریل ۱۹۳۵ء
۲۲۸۹	ڈاکٹر احمد الدین صاحب احمدی	جولائی ۱۹۳۶ء
۲۲۹۰	جناب اے ایچ احمدی	جولائی ۱۹۳۵ء
۲۲۹۱	ڈاکٹر احمد صاحب احمدی	جولائی ۱۹۳۵ء
۲۲۹۲	ڈاکٹر فضل دین صاحب	جولائی ۱۹۳۵ء
۲۲۹۳	جناب ایم اے غفور صاحب	جولائی ۱۹۳۵ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے بنی نوع انسان کی روحانی و ذہنی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔

موجودہ زمانہ کے موجودہ "میتری" حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہیں جنہوں نے اس مذہب کی بہترین شکل کو پیش کیا ہے اور ہر صادق اور مخلص بودھی کا فرض ہے کہ وہ اُسے قبول کرے اور اُس کی اشاعت کرے۔ کیا بودھ مت کے قائدین حضرت بودھ کے اوتار کے دعاوی کا مطالعہ کریں گے اور اُس کے جھنڈے تلے جمع ہونگے؟

(ترجمہ ریویو انگریزی) عبدالرحیم شبلی

انبیاءؑ کی پیشگوئیوں کے اصُول

242

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون قدرت ہے کہ جب گناہوں کی تاریکی دنیا پر چھا جاتی ہے اور فسق و فجور دنیا میں بکثرت پھیل جاتے ہیں ضلالت اور گمراہی کی سیاہ کالی گھٹائیں تمام آفاق عالم کو گھیر لیتی ہیں جب چمنستان توحید ویران ہونے لگتا ہے اور اس پر خزاں آجاتی ہے اور شرک و الحاد کا باغ سرسبز شاداب ہو جاتا ہے۔ اور جب مکر و فریب کا ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر جوش پر آجاتا ہے اور نیکی و بدی کا امتیاز دُنیا سے اُٹھ جاتا ہے ظلم و ستم حد سے بڑھ جاتا ہے اور جب ہر قسم کی بدیوں کا ایک خوفناک طوفان برپا ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک خس و خاشاک کو بہائے لئے جارہا ہے گویا کہ کسی پُرزور دریا کا بندھ ٹوٹ گیا ہے تو ایسے وقت میں خود طبائع میں تلاش حق کے لئے ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہ دیوانہ وار خدائے واحد کی تلاش میں مشغول ہو جاتے ہیں اور لوگ اس کے وصال کے لئے اس طرح تڑپتے ہیں جس طرح مچھلی پانی کی خواہش میں تڑپتی ہے جبکہ وہ پانی سے باہر نکالی گئی ہو وہ وصال یار کے لئے اس طرح بیقرار ہوتے ہیں جیسا کہ ایک عاشق حقیقی اپنے معشوق کی جُدائی پر بیقرار ہو جاتا ہے۔ اور وہ خدا کی جُدائی میں اس طرح روتے ہیں جیسا کہ ماں اپنے بچّے کی جُدائی پر روتی ہے پس ان کی اس حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو وہ عین اسی طرح جس طرح کہ امساک باران کے بعد بارش نازل کیا کرتا ہے اور اس کے ذریعہ مُردہ زمین کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر زندہ اور سرسبز و شاداب کر دیتا ہے اپنے ایک پیارے کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کی چمکتی ہوئی تلوار دیکر بھیجتا ہے اور بیّنات و معجزات سے اس کی صداقت کو دنیا پر واضح کر دیتا ہے وہ ایک آسمانی نور ہوتا ہے جو گناہوں کی تاریکی کو دُور کر دیتا ہے اور تمام جہان کو بقعۂ نور بنا دیتا ہے مگر سفلہ طبع اور کمینہ خصلت لوگ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اس کے خلاف ہوائی قلعے تعمیر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے اس نُور کو بجھا دیں وہ ان کو ورطۂ ہلاکت اور قعر مذلت سے نکال کر بام رفعت پر پہنچانا چاہتا ہے۔ مگر یہ نیچے کی طرف جھکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول کے مطابق اظہار غیب کرتا ہے مگر یہ اس کو جھٹلانے کے درپے ہو جاتے ہیں وہ دُنیا کے لئے بشیر و نذیر بن کر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو دونو قسم کی پیشگوئیاں عطا کرتا ہے مگر یہ ان پر اعتراضوں کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں چونکہ عام لوگ پیشگوئیوں کے اصولوں سے واقف نہیں ہوتے اس لئے وہ دھوکہ کھاتے ہیں اور ہدایت سے کوسوں دُور جا پڑتے ہیں اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ قرآن مجید سے وہ معیار اور قواعد بیان کر دوں جو انبیاء علیہم السّلام کی پیشگوئیوں کے متعلق بیان کیئے گئے ہیں تاکہ کم فہم اور کوتہ اندیش لوگ ان معیاروں کو اپنے ذہن نشین کر لیں اور ہدایت سے محروم نہ رہیں۔ واللہ الموفق *

المعیار الاوّل:۔ یہ معیار باقی تمام معیاروں کی نسبت اصل الاصول ہے۔ جو اپنی نوعیت میں باقی تمام معیاروں پر حاوی ہے اور وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔ ما یقال لك الا ما قد قیل للرسل من قبلك یعنی اے نبی جو اعتراضات تجھ پر کیئے جاتے ہیں وہ وُہی ہیں جو تجھ سے پہلے سچے نبیوں پر کیئے گئے اور چونکہ وہ نبی سچے تھے اس سے معلوم ہُوا کہ وہ اعتراضات قادح فی الرسالۃ نہ تھے کیونکہ اگر وہ اعتراضات حقیقتًا قادح ہوتے تو وہ انبیاء بھی سچے نبی نہ ہوتے۔ پس ان انبیاءؑ کا سچا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اعتراضات غلط ہیں اور غلط اعتراض نبوّت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا*

المعیار الثانی۔ دوسرا معیار قرآن کریم پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی پیشگوئیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے پہنچانے میں صادق اور مصیب ہوتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ان کے صحیح مطالب معلوم کرنے میں بھی صحت پر ہوں۔ کیونکہ پیشگوئیاں اوامر نہیں کہ نبی کی غلطی کے نتیجہ میں اُمّت اپنے فرائض کی ادائیگی میں قاصر رہے۔ اور نہ وہ معارف الہامیہ ہیں کہ نبی کے غلطی کرنے سے لوگ علوم آسمانی سے محروم ہو جاویں۔ بلکہ ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ یہ بھی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں کیونکہ یہ ساری دنیا کو مُسلّم ہے کہ آیندہ کی خبر جو انسانی قیاس میں نہ آسکے وہ سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے جو شخص کثرت سے آئندہ کی خبریں بتاتا ہے اور وہ پوری ہوتی ہیں اس لئے وہ مطابق آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول نیز ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران ع) خدا تو نہیں مگر خدا کا بھیجا ہُوا ضرور ہے پس پیشگوئی کے پورا ہونے سے غرض اللہ اور رسول کا منوانا ہے۔ اسی واسطے اس مؤخر الذکر آیت کا نتیجہ یوں نکالا ہے فآمنوا باللہ ورسلہ یعنی چونکہ نبیوں کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں۔ خدا پر اس لئے کہ اس نے وہ پیشگوئیاں کیں اور نبیوں پر اس لئے کہ انہوں نے ہم تک پہنچائیں۔ پس پیشگوئیوں کے اس مقصد کو زیادہ وضاحت سے پورا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ کبھی کبھی انبیاء علیہم السلام پیشگوئیوں کے معانی سمجھنے میں غلطی کریں اور ان کے پیش کردہ معانی وقت پر پورے نہ ہوں اور جو اصل معانی ان پیشین گوئیوں کے تھے وہ پورے ہوں اس طرح ایک حق پسند شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی نبی کا اپنا کلام نہ تھا جبھی تو وہ معنے پورے نہیں ہوئے۔ جو اس نبی نے سمجھے تھے۔ نیز وہ یہ معلوم کر سکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ جو بات پوری ہوئی ہے وہ لُغت کی رُو سے اس پیشین گوئی کا مطلب بن سکتی ہے اس معیار کی چند مثالیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں +

المثال الاوّل۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حُکم ہُوا قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق الیہ القول ومن اٰمن۔ یعنی اس کشتی میں ضروری جانور اور اپنے خاندان کے لوگوں کو اور اپنے مریدوں کو سوار کرلے۔ اس کے بعد جب طوفان آیا تو حضرت نوح ؑ کا ایک بیٹا طوفان میں غرق ہو گیا

243

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس پر حضرت نوحؑ کو ابتلا آیا اور اعتراض پیدا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ کہکر کہ اس بچانے والی کشتی میں اپنے اہل کو چڑھا لے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تیرا خاندان طوفان سے سلامت رہیگا۔ لیکن میرا ایک بیٹا باوجود اہل میں سے ہونے کے طوفان میں ہلاک ہو گیا اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے عرض کیا ونادیٰ نوح ربہ فقال رب اِنّ ابنی من اھلی وان وعدك الحق وانك احكم الحاكمين۔ یعنی اے میرے خدا میرا بیٹا میرے خاندان میں سے ہے۔ اس لئے وہ غرق نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو تیرا وعدہ بھی ضرور سچا ہو گا۔ اس لئے میری اس الجھن اور خیال کی مشکل کو دور فرما۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو اُن سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تیرا خاندان بچایا جائیگا اس سے خاندان کے نیک لوگ مراد تھے۔ لیکن حضرت نوح علیہ السلام لفظ اہل سے یہ سمجھتے تھے کہ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو آپؑ سے ظاہری رشتہ رکھتا ہو پھر خواہ بُرا ہو یا اچھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا یانوح انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح یعنی پیشگوئی میں جو لفظ اہل ہے اس سے مراد نیک رشتہ دار ہیں اس لئے تیرا غرق ہونیوالا بیٹا بسبب بداعمالی کے تیرے اہل سے نہ تھا اور فلا تسئلن ما ليس لك به علم یعنی پیشگوئی کے سمجھنے میں تجھے غلطی لگی ہے۔ اور چونکہ کوئی ایسا رشتہ دار جو نیک ہو غرق نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ پیشگوئی اپنے معنوں میں مکمل طور پر پوری ہوئی پس اس پیشگوئی سے ہم اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے تبھی تو ان کی پیش کردہ پیشگوئی مکمل طور پر پوری ہوئی۔ نیز یہ کہ اس پیشگوئی کے الفاظ حضرت نوحؑ کے اپنے نہ تھے تبھی وہ معنے جو خود حضرت نوحؑ نے سمجھے تھے پورے نہ ہوئے

المثال الثانی۔ قرآن مجید میں لکھا ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اپنے نبی کو خواب کے ذریعہ اس پیشگوئی پر آگاہ کیا ہے کہ تم مسلمان لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرو گے اور وہ ضرور پوری ہو گی اس پیشگوئی کے الفاظ لتدخلن میں میں نون تاکید ہے جو مضارع کو استقبال کے لئے مختص کر دیتا ہے اور جس کے لغت عرب کی رُو سے یہ معنے ہوئے کہ خواب دیکھنے کی رات سے آئندہ حضور علیہ السلام اور آپؐ کے صحابہؓ کی زندگی تک۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونیکی مدت مقرر تھی لیکن حضور علیہ السلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے اس خبر کے پورا ہونے کو علی الفور سمجھ لیا چنانچہ آپؐ فوراً پندرہ سولہ صحابہؓ کو لیکر مکّہ کی طرف عمرہ کرنے کے لئے چل پڑے لیکن حدیبیہ کے مقام پر مکہ والوں نے آپکو اور آپؐ کے صحابہؓ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اسواسطے اُن کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کا وہ وقت ثابت نہ ہُوا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام سمجھتے تھے کہ یہ پیشگوئی اسی سفر میں پوری ہو گی۔ چنانچہ سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سب صحابہ کو اس پر ابتلاء آیا بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے کہ کیا حضورؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہونگے۔ لیکن ہم کو تو مکہ میں گھسنے نہیں دیا گیا۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوگے اس لئے یہ بات کہ ہم مکّہ میں داخل ہونگے۔ آئندہ کبھی نہ کبھی ضرور پوری ہوگی پھر آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور یہی سوال کیا اور بالآخر یہ پیشگوئی اگلے سال پوری ہوئی ؂

المثال الثالث۔ تیسری مثال بخاری کی وہ حدیث ہے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی بیویوں نے حضور علیہ السّلام سے سوال کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے کونسی بیوی حضور کے انتقال کے بعد فوت ہو گی حضورؐ نے فرمایا اسرعکن لحاقا بی اطولکن یداً اس پر انہوں نے حضورؐ کے سامنے سرکنڈے سے ہاتھوں کو ماپنا شروع کیا اور اس کارروائی کے وقت حضور علیہ السّلام مسکرا رہے تھے ماپنے پر معلوم ہُوا کہ حضرت سودہؓ کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں لیکن وفات حضور علیہ السّلام کے بعد حضرت زینبؓ ام المساکین کی ہوئی۔ اس لئے بخاری میں لکھا ہے فعلّمنا بعدُ ان طول یدھا الصدقۃ یعنی ہمیں بعد میں جاکر معلوم ہُوا کہ سب سے پہلے مرنیوالی کے ہاتھوں کی لمبائی سے مراد اس کا صدقہ و خیرات کرنا ہے پس جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی۔ اس وقت طول ید سے مراد مخاطبین کے نزدیک یقیناً اور حضور علیہ السّلام کے نزدیک قیاساً ہاتھوں کی ظاہری لمبائی تھی لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک طول ید کے دوسرے معنے تھے۔

المثال الرابع۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت یونس علیہ السّلام ایک دفعہ قوم ... ... سے ناراض ہو کر اپنے علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے " فذھب مغاضباً ان لن نقدر علیہ " جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملامت اور تنبیہ وارد ہوئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ سلسلہ کی خدمت کیلئے ان رخصتوں کو وقف کریں ایسے اصحاب تین تین ماہ کی چھٹیاں لے لیں۔ اور ان چھٹیوں کو سلسلہ کی خدمت کیلئے وقف کر دیں۔ پھر ہم انہیں جہاں جہاں چاہیں تبلیغ کے لئے بھیجدیں ٭

۸۔ وقفِ زندگی تین سال | ایسے نوجوان اپنے آپکو پیش کریں۔ جو تین سال کیلئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ بعض نوجوانوں کو ہندوستان کے باہر بھیجا جائیگا۔ اور بعض کو ہندوستان میں ہی دورہ کیلئے بھیجونگا۔ نوجوان توکّل کرکے نکل کھڑے ہوں۔ جو اتنی بھی فکر نہ کریں۔ کہ کَلْ کی روزی انہیں کہاں سے ملے گی ٭

۹۔ وقف رخصت موسمی | بعض ایسے ملازم ہوتے ہیں جنکی تین ماہ کی رخصت جمع نہیں ایسے لوگ جو بھی موسمی چھٹیاں یا حق کے طور پر چھٹیاں ہوں انہیں وقف کر دیں۔ ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگا دیا جائیگا۔ دین کی تبلیغ کیلئے کسی مولوی فاضل یا انٹرنس پاس کی ضرورت نہیں۔ زمینداروں کیلئے بھی چھٹی کا وقت ہوتا ہے وہ اپنے آپکو تبلیغ کیلئے پیش کر سکتے ہیں ٭

۱۰۔ صاحب پوزیشن لیکچر دیں | اپنے عہدہ یا علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں ایسے لوگ اپنے آپکو پیش کریں تا مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلّغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے ٭

۱۱۔ ریزرو فنڈ پچیس ۲۵ لاکھ | پچیس ۲۵ لاکھ سے ریزرو فنڈ قائم کیا جائے۔ اس کام کیلئے اگر احباب دوسرے مسلمانوں سے کہیں کہ تم بھی روپیہ دو۔ اور ہر طرح ہماری مدد کرو۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ٭

۱۲۔ پنشنر خدمت دین کیلئے اپنے آپکو پیش کریں | بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں خدا نے ان کو موقعہ دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں ٭

۱۳۔ طلباء کو تعلیم کیلئے قادیان بھیجیں | باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں جسمیں چاہیں تعلیم کیلئے بھیجیں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں۔ جو اس بات کا اختیار دیں کہ انکے بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے ٭

۱۴۔ صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کے مستقبل کو سلسلہ کیلئے پیش کریں | ایک کمیٹی بنادی جائیگی اسکے سپرد ایسے لڑکوں کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا جائیگا۔ وہ کمیٹی ہر لڑکے کے متعلق جو فیصلہ کرے اس کی پابندی کی جائے ٭

۱۵۔ بیکار باہر نکل جائیں | پندرھواں مطالبہ نوجوانانِ جماعت سے یہ ہے کہ وہ نوجوان جو گھر میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں۔ اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے وطن چھوڑیں اور نکل جائیں اور جاکر قسمت آزمائی کریں

۱۶۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا | جماعت کے لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ جب کوئی سلسلہ کا کام ہو بجائے مزدور لگانے کے خود لگیں اور اپنے ہاتھ سے کام کرکے ثواب حاصل کریں ٭

۱۷۔ بیکار چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کرلیں | جو لوگ بیکار ہیں۔ وہ بیکار نہ رہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی انہیں مل سکے۔ وہ کریں۔ اخبار اور کتابیں بیچنے لگ جائیں ٭

۱۸۔ قادیان میں مکان بنانا | باہر کے دوست قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی ہمارا مرکز ترقی کرے گا۔ اور غیر عنصر کم ہوتا جائے گا ٭

۱۹۔ دعا | لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہوسکیں۔ اور ان کے مطابق کام نہ کرسکیں۔ وہ خاص طور پر دعا کریں ٭

ریویو آف ریلیجنز اردو - قادیان دارالامان - مورخہ ۵ - دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس کے برمن) لمیٹڈ

پچاس برس سے زیادہ کا مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا وسیع ہندوستانی کارخانہ

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس ۵۵۴ کلکتہ

STAR (REGD) ٹریڈ مارک

پاس رکھنے سے دوڑنا نہیں ہوگا

ہیلک مرہم (Regd)

(کٹے - جلے - چوٹ وغیرہ پر لگانے کا مشہور مرہم)

یہ صرف نباتات (جڑی بوٹیوں) سے بنا ہے - اس میں چربی نہیں ہے - آگ سے جلنے کا چھالا - زہریلے کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کی جلن - چاقو چھری وغیرہ سے کٹنے - گرنے پھسلنے وغیرہ اچانک حادثوں سے فوراً آرام پانے کے لئے ہر خاص و عام کو اپنے پاس ہمیشہ رکھنا چاہیئے۔

قیمت فی ڈبیہ ۹؍ نو آنہ ڈاک محصول تین ڈبیوں تک ۷؍ سات آنہ

نمونہ کی ڈبی ۲؍ دو آنہ جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتی ہے۔

ڈابر جنتری سنہ ۱۹۳۷ء بلا قیمت مفت منگا کر ملاحظہ کیجئے

نوٹ:- دوائیں ہر جگہ ملتی ہیں خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں

ضرورت ہے سول ایجنٹوں کی پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر دارالامان سے مالکان کے لئے شائع کیا)